بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ

انوارِ مدینہ

جلد : ۱۵ | محرم الحرام ۱۴۲۸ھ / فروری ۲۰۰۷ء | شمارہ : ۲

سیّد محمود میاں
مدیر اعلیٰ

سیّد مسعود میاں
نائب مدیر

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۷ روپے.........سالانہ ۲۰۰ روپے
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ ۷۵ ریال
بھارت، بنگلہ دیش............ سالانہ ۲۰ امریکی ڈالر
برطانیہ، افریقہ............ سالانہ ۲۰ ڈالر
امریکہ............................سالانہ ۲۵ ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کا ای میل ایڈریس
E-mail: jmj786_56@hotmail.com
fatwa_abdulwahid1@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور
اکاؤنٹ نمبر انوار مدینہ 2-7914 مسلم کمرشل بنک

فون نمبرات

جامعہ مدنیہ جدید : 092 - 42 - 5330311
خانقاہ حامدیہ : 092 - 42 - 5330310
فون/فیکس : 092 - 42 - 7703662
رہائش ''بیت الحمد'' : 092 - 42 - 7726702
موبائل : 092 - 333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درسِ حدیث	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۵
ملفوظات شیخ الاسلامؒ	حضرت مولانا ابوالحسن صاحب بارہ بنکویؒ	۱۰
آغاز دَورِ فتن	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۱۵
شوہر سے متعلق عورتوں کی کوتاہیاں	حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ	۲۵
حضرت فاطمہؓ کے مناقب	حضرت علامہ سیّد احمد حسن سنبھلی چشتیؒ	۲۷
شہادت صدام حسینؒ	جناب پروفیسر میاں محمد افضل صاحب	۳۱
یہودی خباثتیں	جناب عبداللہ التل صاحب	۳۲
گلدستۂ احادیث	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۳۶
ماہِ صفر کے احکام	حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب	۴۰
حضرت مفتی محمد عبدالستار صاحبؒ	جناب مولانا غلام مصطفیٰ صاحب قاسمی	۴۸
بسنت کا تہوار	جناب مولانا محمود الرّشید صاحب حدوٹی	۵۰
وفیات		۵۵
دینی مسائل		۵۶
عالمی خبریں		۵۸
اخبار الجامعہ		۶۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم امابعد !

موجودہ حکومت کے زمانہ میں پورا ملک بالعموم پنجاب اور اُس کا سب سے بڑا شہر لاہور بالخصوص جرائم قتل وغارت گری اور ڈاکوں کی بُری طرح سے لپیٹ میں آیا ہوا ہے جس کے نتیجہ میں ہر طرف بدامنی اور بے راہ رَوی کا دَور دورہ ہے۔ پولیس جرائم پر قابو پانے کے بجائے مُجرموں کی سرپرستی کرتی ہے اور عدالتوں سے عوام کو فوری اِنصاف نہیں ملتا، اگر ملتا بھی ہے تو بہت تاخیر سے اور وہ بھی قیمتًا جبکہ مفت اور فوری اِنصاف مہیا کرنا ریاست کی ذمّہ داری ہے۔ رعیت کو مسلسل اُس کے اِس فطری حق سے محروم رکھنے کے بھیانک نتائج سامنے آنے شروع ہوگئے ہیں۔ ایک عام اور شریف انسان کی سوچ منفی رُخ اختیار کرتی چلی جارہی ہے۔ وہ یہ سوچنے پر مجبور ہوگیا ہے کہ اپنی آبرو اور دیگر حقوق کی حفاظت یا اُن کا حصول خود اُس کی اپنی ذمّہ داری ہے اور اِدارے اُس کے حقوق کے قانونی غاصب ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ گزشتہ چند ماہ سے اَخبارات میں جب ایسی خبریں آئیں کہ فلاں جگہ ڈی آئی جی قتل کردیا گیا یا فلاں پولیس اَفسر مارا گیا یا فلاں فوجی اَفسر کے گھر ڈاکہ پڑ گیا یا فلاں حکومتی عہدہ دار اغوا کرلیا گیا یا فلاں جج کے ساتھ یہ حادثہ پیش آگیا تو عوام الناس میں اِن خبروں پر بجائے تشویش یا ہمدردی کے خوشی و مسرت کے تاثرات دیکھنے میں آئے۔ وہ ایسے خوش ہوئے جیسے اُن کا ذاتی دُشمن ٹھکانے لگادیا گیا ہو اور

کلیجہ میں ٹھنڈ پڑ گئی ہو۔ ایسے جملے بھی سُننے میں آئے کہ ''اچھا ہوا اِنہیں بھی پتہ چلے کہ ہم غریبوں کے دِلوں پر کیا گزر رہی ہے اور ہمارے دِن رات کیسے کٹ رہے ہیں''۔

گزشتہ ماہ کے وسط میں غالبًا لاہور ہائی کورٹ کے ریمارکس اَخبارات میں سب ہی نے پڑھے کہ ''اگر پولیس کی کارکردگی کا یہی حال رہا تو پولیس کا شعبہ کسی اور ایجنسی کے سپرد کر کے اِس کے اکاؤنٹس منجمد کردیے جائیں گے'' جبکہ پنجاب کے وزیر اعلیٰ مایوسی کا شکار ہوکر یہ بیان دے چکے ہیں کہ ''پولیس کو جدید سہولیات فراہم کرنے کے باوجود بھی حالات میں کوئی بہتری نہیں آئی''۔ سرکاری اِدارے خود تسلیم کررہے ہیں کہ لاہور میں گزشتہ چھ برس کے عرصہ میں جرائم کی شرح دوگنا بڑھ گئی ہے مگر دوسری طرف پولیس کی دیدہ دلیری کا یہ حال ہے کہ ہائی کورٹ کے رُوبرو آئی جی نے اپنی پیش کردہ رپورٹ میں آبادی میں اِضافہ اور عوام الناس کے معاشی صورتِ حال کے باعث جرائم کے اِسی اضافہ کو نارمل قرار دیا ہے حالانکہ لاہور کی آبادی ایک برس پہلے اگر ایک کروڑ تھی تو اَب ایک برس بعد دو کروڑ کو نہیں پہنچی۔ مگر اپنی خامیاں دُور کرنے کے بجائے پُرانے طریقہ واردات کے مطابق آئی جی صاحب معاملہ کو ہائی کورٹ کے رُوبرو اندھے اَعداد و شمار کی بھینٹ چڑھانے کی بھرپور کوشش کررہے ہیں۔

رعیت اور حکمرانوں کے درمیان نفرت اور غُصّہ کی بڑھتی ہوئی اِس خلیج کو پاٹنے کی اگر اَب بھی سنجیدہ کوشش نہ کی گئی تو پھر وقت ہاتھ سے نکل جائے گا اور حالات کو قابو میں لانا کسی کے بس میں نہ رہے گا۔ حکمران طبقہ اور نوکر شاہی کو چاہیے کہ تکبر و نخوت ترک کر کے اپنے کو رَعیت کا خادم جانے۔ اِن کے دُکھ دَرد کو اپنا دُکھ دَرد سمجھے۔ حالات کا واحد حل بھی یہی ہے ورنہ عوامی بغاوت سب کچھ خس و خاشاک کی طرح بہالے جائے گی اور یہ صورت کسی بھی طرح ملک و ملت کے لیے مفید نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اہلِ اقتدار کو نوشتۂ دِیوار پڑھ کر اُس کو سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے، آمین۔

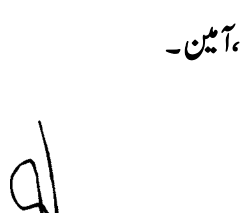

مولای صل وسلم دائما ابدا — درسِ حدیث — علی حبیبک خیر الخلق کلهم

حضرت اقدس پیرو مرشد مولانا سید حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اِس فیض کو تاقیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

نبی علیہ السلام کا اپنا خلیفہ صراحتًا نامزد نہ کرنے کی حکمت۔ حدیث بیان کرنے میں سب صحابہؓ سچے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے اپنے لیے عہدہ پسند نہیں فرمایا۔ رجم کے بارے میں خصوصی ہدایت۔ برطانیہ میں اَب تک بادشاہت ہے

﴿ تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

کیسٹ نمبر ۵۲ سائیڈ اے (۱۹۸۵۔۹۔۲۷)

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلٰوۃ والسلام علٰی خیر خلقه سیدنا و مولانا محمد وآله واصحابه اجمعین اما بعد !

جناب رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی ہیں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ۔ جنہیں کہتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے رازداں تھے۔ آپ بہت سی باتیں جو دُوسروں کو نہیں بتلاتے تھے وہ اِنہیں بتلاتے رہے۔ وہ ایک حدیث نقل کرتے ہیں کہ

اپنا خلیفہ حتمی طور پر نامزد نہ فرمانے کی حکمت :

صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ لَوِاسْتَخْلَفْتَ اے اللہ کے رسول کسی کو خلیفہ بنالیتے اگر آپ اپنے بعد آنے والوں میں سے کہ یہ میرے بعد میری جگہ کام کرے گا تو کیسا ہوگا ؟ یعنی بہت اچھا ہوگا ہماری سمجھ میں یہی آتا ہے کہ یہ بہتر ہوگا۔ اِرشاد فرمایا اِنِ اسْتَخْلَفْتُ عَلَیْکُمْ فَعَصَیْتُمُوْہُ عُذِّبْتُمْ اگر

میں کسی کا نام لے کر مقرر کردُوں کہ فلاں ہوگا میرے بعد اور تم اُس کی نافرمانی کرو اُس کا کہا نہ مانو تو تم پر عذاب آجائے گا۔ اِس لیے بہتر صورت یہی ہے کہ میں کسی کو نامزد نہ کروں تم خود ہی چن لو، انتخاب کرلو اُس کا۔

دارُالخلافہ کے لوگ جو فیصلہ دیں وہ سب قبول کر لیتے تھے :

تو اُس زمانے میں ہر جگہ کا ایک دستور تھا کہ دارُالخلافہ جو ہوتا تھا وہ ہی جسے خلیفہ بنادے وہ بن جاتا تھا۔ کیونکہ ہر جگہ سے تو رائے لی ہی نہیں جاسکتی تھی یہ ممکن نہیں تھا اور خلیفہ بنانے میں اتنی سوچ بچار کی جائے کہ تاخیر ہوجائے یہ بھی ٹھیک نہیں۔ خلیفۂ وقت کا انتخاب تو فوری ہوتا ہے۔ خلیفۂ وقت کے انتخاب کے بعد دُوسرا درجہ یہ ہوتا ہے کہ آس پاس کے دُور دراز کے جو گورنر ہیں اُن کو لکھ دیا جاتا ہے کہ ہم نے فلاں کو خلیفہ بنالیا ہے۔

آجکل بھی ایسا ہی ہوتا ہے :

اور اَب بھی ایسے ہی ہوتا ہے۔ یہ آپ کو یاد ہوگا جب یہ انقلاب آیا، ضیاء صاحب آئے تو ہمیں پتا ہی نہیں چلا شام تک کہ ہوا کیا ہے؟ خبروں میں صبح کو آیا کہ اِنقلاب آگیا ہے اور فوج نے اِقتدار سنبھال لیا ہے۔ شام کو جب تقریر اُنہوں نے کی تو پتا چلا کہ یہ فلاں صاحب ہیں جنہوں نے اِقتدار سنبھال لیا ہے ورنہ یہی تردُّد تھا کہ اگر کسی چھوٹے آدمی نے اقتدار سنبھالا ہے تو فوج میں گڑبڑ ہوگی، لڑائی ہوگی۔ تو اصل میں دارُالخلافہ جو ہے اُس کو اہمیت حاصل ہے اِس لحاظ سے کہ وہاں امیر کا اِنتخاب ہوا کرتا ہے۔ تو اَب وہ دَور تو نہیں رہا اَب انتخابات ہوتے ہیں۔ پھر آتا ہے وزیرِ اعظم اور صدر۔ کہیں صدر نہیں ہے بادشاہ ہے صدر کے درجہ کا۔ بادشاہت فیل ہو بالکل ہی کنڈم ہوجائے یہ تو اَب تک بھی نہیں ہے۔ رُوس کا بھی ظہور ہوگیا، جمہوریت بھی ہوگئی، پارلیمانی نظام بھی ہوگیا، سب کچھ ہوگیا۔ زمانہ ترقی کر کے کہیں کا کہیں پہنچ گیا۔

برطانیہ میں آج تک بادشاہت ہے :

مگر بادشاہت کا وجود اَب بھی ہے، برطانیہ میں ہے۔ وہ صدر کے درجہ میں ہے۔ وہ بات نہیں رہی کہ جو چاہے کرے، انتخابات ہوں گے، چُنا جائے گا لوگوں کو بھی اور وہ چنیں گے اپنے مختارِ کار شخص کو جسے وزیرِ اعظم کہا جائے گا، بادشاہ اپنی جگہ ایسے ہے جیسے صدرِ مملکت۔ شدید ضرورت کے وقت وہ استعمال کرتا ہے اپنے اختیارات کو۔ تو رسول اللہ ﷺ نے دارُالخلافہ پر چھوڑ دیا گویا وہ جسے منتخب کریں۔

نبی علیہ السلام کے جانشین کے بارے میں مشاورت :

تو دارُ الخلافہ میں ایسے ہوا کہ وہ (اَنصاری) لوگ ایک جگہ جمع ہو گئے۔ اُنہوں نے ایک چیز میں اختلاف کیا کہ یہ ہو جائیں، یہ ہو جائیں، یہ ہو جائیں۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمرؓ، یہ حضرات بھی پہنچ گئے۔ بات چیت ہوئی اور پھر یہ طے ہوا۔ تقریر کی ہے وہاں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اور لوگوں نے بھی کی ہے۔ کسی نے کچھ کسی نے کچھ تجاویز پیش کیں پھر ابوبکرؓ نے تقریر کی۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میرے دِل میں تھا کہ میں تقریر کروں گا اور میں نے سوچ رکھا تھا کہ یہ مضمون ہوگا، یہ کلمات ہوں گے جو مؤثر ترکلمات ہو سکتے ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ کا حاضرین سے خطاب :

لیکن وہ کہتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو فِیْ بَدِیْھَتِہٖ اچانک فی البدیہہ جو تقریر کرنی پڑی اُس میں بھی مجھ سے بہتر، مجھ سے زیادہ نرمی کے ساتھ مجھ سے زیادہ وقار کے ساتھ انہوں نے یہ باتیں کیں اور جو کچھ میں نے سوچا تھا وہ سب کچھ بلکہ اُس سے بہتر اُنہوں نے بیان کیا کَانَ اَحْلَمَ مِنِّیْ وَاَوْقَرَ اُس کا اثر ہو گیا حاضرین پر۔ اِن میں خواص زیادہ عوام تھوڑے تھے۔

اپنے لیے عہدہ ناپسند :

کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہ سوائے اِس کے کہ انہوں نے یہ کہا ہے بَایِعُوْا اَبَاعُبَیْدَۃَ اَوْ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ بیعت کرلو تم لوگ ابوعبیدہ ابن الجراحؓ سے یا عمر ابن خطابؓ سے، اِن دو میں سے کسی سے۔ میرا نام جو اِنہوں نے لیا یہ میری طبیعت کے خلاف تھا۔ کیونکہ میں ایسی جگہ جہاں ابوبکر رضی اللہ عنہ موجود ہوں بالکل دل سے ہی نہیں چاہتا آج تک بھی۔ وفات کے قریب جب انہوں نے تقریر کی ہے اُس میں کہا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے تو اگر جان سے مار دیا جائے بغیر خدا کا گناہ کیے تو یہ مجھے بہتر لگتا ہے بہ نسبت اِس کے کہ اَتَاَمَّرُ عَلٰی قَوْمٍ فِیْھِمْ اَبُوْبَکْرٍ ان میں ایسے لوگوں پر میں حکمرانی کروں جن میں ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی شامل ہوں اِس سے بہتر یہ ہے کہ میری گردن ماری جائے اَللّٰھُمَّ اِلَّا اَنْ تُسَوِّلَ نَفْسِیْ عِنْدَ الْمَوْتِ شَیْئًا لَا اَجِدُہٗ یہ بات الگ ہے کہ موت کے وقت کوئی چیز ایسی میرا نفس میرے دل میں ڈال دے جو میں اِس وقت تک محسوس نہیں کررہا، تو یہ اُن کی آخری تقریر ہے۔

رجم کے بارے میں خصوصی ہدایت :

اسی میں انہوں نے سخت ہدایات دیں کہ دیکھو رجم کا حکم آیا ہے اور اِس طرح اُترا ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہیں ایسے نہ ہو جائے کہ کوئی کہے یہ رجم قرآنِ پاک میں نہیں آیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے رجم کیا ہے میں نے بھی رجم کیا ہے۔ اور وہ کہتے تھے کہ میں یہ آیت بڑھا دیتا حاشیہ میں لیکن لوگ سمجھتے قرآنِ پاک میں اضافہ کر دیا ہے کیونکہ پہلے یہ قرآن کا جز تھی بعد میں (تلاوت کے اعتبار سے) جز نہیں رہی حکم رہ گیا یعنی منسوخ التلاوت ہوگئی منسوخ الحکم نہیں ہوئی۔ تو میں بڑھا دیتا اِس کو لیکن یہ کہ مناسب نہیں۔ بس قرآن میں تلاوت میں جتنا آتا ہے وہی رکھا جائے۔ اُس وقت کے قرآنی نسخہ میں یہ بھی نہیں لکھا تھا کہ یہ منزل ہے، یہ رکوع ہے، بس سُورتیں تھیں اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے سورتوں کے درمیان فصل تھا تو حضرت ابوبکرؓ نے یہ تقریر فرمائی۔ تو حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ مجھے بس اتنی بات پسند نہیں آئی کہ میرا نام جو اُنہوں نے لیا باقی سب چیزیں مجھ سے بہتر تھیں۔ پھر میں نے کہا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرو اور میں نے ہاتھ بڑھایا لیکن مجھ سے بھی پہلے ایک اَنصاری نے ہاتھ بڑھا لیا حالانکہ اَنصاری جو تھے وہ چاہتے تھے کہ اِنہی میں سے کوئی امیر ہو لیکن اُن کی بے نفسی کا اندازہ کیجیے کہ جب انہوں نے ابوبکرؓ کی تقریر سنی اور حضرت عمرؓ نے یہ بات کہی تو اَنصار نے تمام چیزوں سے رجوع کر لیا۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے بھی آگے اُس اَنصاری نے ہاتھ بڑھا لیا۔

یہ ازالۃ الخفاء میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے واقعہ نقل کیا ہے کہ اُس انصاری نے میرے سے پہلے بیعت کی ہے پھر میں نے کی ہے۔ حالانکہ پہلے پہل میں بڑھا رہا تھا ہاتھ، تو یہ بیعت ہوگئی۔ بعد میں مسجد میں آکر بیعتِ عامہ ہوئی۔ اَب دارُ الخلافہ جسے بنا لے وہ امیر ہو گیا، اُس کے بعد جو نہ مانے تو وہ امیر کے خلاف چل رہا ہے، وہ باغی ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ اِرشاد فرماتے ہیں کہ اگر میں بنا دیتا امیر اور تم اُس کے خلاف کرتے تو تم پر عذابِ اِلٰہی نازل ہوتا۔ تو اِس واسطے میں نامزد کسی کو نہیں کرتا۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں یہی طریقہ پسند ہے کہ لوگوں کی رغبت دیکھی جائے کہ وہ کس کو پسند کرتے ہیں۔ جسے وہ پسند کرتے ہوں اُسے امیر بنا دیا جائے وہی خلیفہ ہے وقت کا۔ تو یہ ایک طریقہ ہے جس کو اَب بڑھا کر ووٹنگ بنا لیا گیا اور یہ اَب ممکن بھی ہے کیونکہ ذرائع مواصلات بہت بڑھ گئے ہیں۔ ایک دن میں ہر جگہ انتخابات ہو سکتے ہیں۔ صدارت کا اگر براہِ راست عوام انتخاب کریں تو یہ بھی ممکن ہے۔ تو اِس میں اِرشاد ہو رہا ہے یہ وَلٰكِنْ مَا حَدَّثَكُمْ

حُذَیْفَةُ فَصَدِّقُوْہُ حذیفہ ابن یمانؓ جو تمہیں بتلائیں اُن کی تصدیق کرنا، اِن کو بہت ساری باتیں میں نے بتا رکھی ہیں اور وہ سچے ہیں تو جو وہ بتائیں وہ تم سچ مان لو۔

حدیث بیان کرنے میں سب صحابہؓ سچے ہیں :

تو یہ جو چیزیں ہیں اِس کی وجہ سے صحابہ کرامؓ کو حدیث کے بارے میں سچا مانا گیا ہے کسی نے اُن پر تنقید نہیں کی ہے۔ اِس بارے میں وہ بالکل سچے ہیں اور اسماء الرجال میں کہیں یہ نہیں ملے گا کسی صحابی کے بارے میں کوئی تبصرہ اِس طرح کا کیونکہ اُنہیں مُصَدَّقْ سچا مانا گیا ہے اور فرمایا مَا اَقْرَأَکُمْ عَبْدُ اللّٰہِ فَاقْرَؤُوْہُ جو ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ تمہیں سکھائیں قرآنِ پاک پڑھنے میں وہ تم پڑھو۔ وہ رسول اللہ ﷺ کو پسند تھا بلکہ آپ نے اِن سے سنا بھی ہے۔ اور ایک دفعہ فرمایا کہ پڑھو؟ انہوں نے عرض کیا کہ آپ کو پڑھ کر سناؤں حالانکہ جناب پر تو خود اُترا ہے۔ تو اِرشاد فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں سنوں کسی اور سے۔ تو پھر انہوں نے سورۃ النساء پڑھی اور اُس میں جب یہ آیت آئی فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّةٍ بِشَھِیْدٍ کیسا ہوگا جب ہر اُمت میں سے ہم ایک گواہ لائیں گے وَجِئْنَا بِکَ عَلٰی ھٰؤُلَآءِ شَھِیْدًا اور تمہیں اُن سب کا گواہ بنائیں گے تو کیسے ہوگا؟ یعنی قیامت کا دِن۔ جب یہ آیت آئی تو پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بس۔ اور یہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ اس سے ایک استدلال یہ بھی کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی (نفلی) نیکی کو (مصلحت کی وجہ سے) روک دے تو یہ جائز ہے۔ کیونکہ پڑھنا نیکی ہے سننا نیکی ہے اور آپ نے فرمایا بس۔ تو معلوم ہوا کہ اگر کوئی کسی کو نفلی نیکی سے یہ کہتا ہے کہ بس اَب رہنے دو تو یہ ہوسکتا ہے۔ ایسے ہی ہمیشہ روزہ رکھنے سے منع فرمادیا بلکہ خفاء ہوگئے۔ تو اگر کوئی غلو کر رہا ہے نیکی میں تو اُسے بھی کنٹرول کرنا چاہیے اِعتدال پر لانا چاہیے۔ اس میں گناہ گار نہیں ہوگا۔ یہ الزام اُس پر نہیں لگایا جاسکتا کہ نیکی سے منع کیا ہے اِس نے۔ کیونکہ وہ غلو کر رہا تھا، جتنی بتائی نہیں گئی وہ اُس میں حد سے آگے جارہا ہے اِس لیے اُس کو روکا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آخرت میں اِن حضرات کا ساتھ اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمائے، آمین۔ اِختتامی دُعاء............................

قسط : ۲

ملفوظات شیخ الاسلام

حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

﴿ مرتب : حضرت مولانا ابوالحسن صاحب بارہ بنکوی رحمہ اللہ ﴾

سیاسیات :

☆ نہ معلوم میں کب چھوٹوں اور پھر کتنے دِنوں آزاد رہ سکوں۔ ہندوستان کا معاملہ نازک تر ہوتا جا رہا ہے مگر پھر بھی اِتنا ضرور عرض کرتا ہوں کہ مولوی شبیر احمد صاحب اور مولوی مرتضٰی حسن صاحب کو اپنے سے جدا نہ ہونے دیجیے، اِسلام کی خیر اِسی میں ہے۔

☆ میرے ساتھ منتقمانہ جذبات چاروں طرف سے کھیلیں گے اور کھیل رہے ہیں۔ مگر آپ حضرات کیوں چنے کے ساتھ پسیں۔ مجھ پردیسی، کمزور اور نالائق کو تو نہایت آسانی سے دُودھ کی مکھی کی طرح نکالا اور ناک کی مکھی کی طرح اُڑا دیا جا سکتا ہے خصوصًا جبکہ بہت سے قلوب میں زخم اور آنکھوں میں میرا وجود خار ہو۔

☆ ہم کو اللہ تعالیٰ نے دربارِ رشیدی اور امدادی قدس اللہ اسرار ہما تک پہنچایا ہے۔ ہم اِن کے طریقے پر انشاء اللہ مرٹیں گے خواہ ذلت ہو یا عزت اور تکلیف ہو یا راحت، کوئی دوست رہے یا دُشمن بنے۔ ہماری یہی دُعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن بزرگوں کی جوتیاں عطاء فرمائی ہیں اُن ہی کے نقشِ قدم پر چلائے اور مارے، آمین۔ ہم کو دارُالعلوم سے نکالا جائے ہم خوش ہیں۔ رزق کا کفیل دارُالعلوم نہیں اللہ تعالیٰ ہے۔ رُوکھی سوکھی کہیں نہ کہیں سے دے گا۔ گورنمنٹ مجھ کو مسلمانانِ ہند میں اپنا سب سے بڑا دُشمن سمجھتی ہے۔

☆ جو حضرات کہتے ہیں کہ ہم نے ایسا انتظام کر دیا ہے کہ حضرت مولانا اپنی قید کی مدت پوری کر کے بھی آزاد نہ ہوں گے۔ تو آپ حضرات کو اِس پر خوش ہونا چاہیے۔ حضرت شیخ الہند علیہ الرحمہ کے ساتھ بھی ایسا ہوا تھا۔ میں تو اُنہی کا ناکارہ اور نالائق غلام ہوں۔ اگر ایسے معاملات رُونما ہو رہے ہیں تو شکر کی بات ہے۔ کیا تعجب ہے کہ کہیں وہی اِنقلاب پیش آئے جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت اور ایذاء رسانی

کرنے والوں پر آیا تھا۔

☆ جب تک گورنمنٹ برطانیہ یہاں موجود ہے اور اُس کی پالیسی موجودہ پالیسی ہے اُس وقت میں کیا سارے قومی اور سرگرم کارکنوں کے لیے آزادی تقریباً مستحیل ہے۔

☆ خواہ برطانیہ اور اُس کے ہوا خواہ ناراض ہوں اُن سے تکالیف پہنچیں، وہ ہم کو برباد کریں کسی کی پرواہ نہیں ہے۔ بحمد اللہ بعافیت مطمئن الخاطر ہوں۔ خوش وخرم ہوں۔ دُنیاوی مستقبل کی طرف سے مجھے پورا اطمینان ہے۔ آخرت کے مستقبل کی طرف سے اُمیدیں بہت قوی ہیں کہ اپنے اَسلاف کی برکات سے محروم نہ رہوں گا۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارتیں خواب میں خلافِ توقع بار بار ہو چکی ہیں جو کہ نہایت اُمید اَفزا ہیں۔ جو لوگ میری گرفتاری اور مزید گرفتاری کی کوشش کرتے ہیں اِس پر خوش ہوتے ہیں اُن کو اپنی عاقبت کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔

☆ ہم کو کسی سے بھی دُشمنی نہیں ہے، صرف برطانیہ، اُس کے اَعوان، دُشمنانِ اسلام سے دُشمنی ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کو جلد سے جلد برباد کرے اور مثل عاد وثمود اِن کا نام صفحۂ ہستی سے مٹادے، آمین۔

☆ اِس زمانہ میں جبکہ اِلحاد و بے دینی کا اِس قدر شور ہے۔ دین اور اہل دین سے لوگوں کو جس قدر دُوری اور تنفر پیش آرہا ہے نہ صرف اَغیار کو بلکہ اپنوں کو بھی۔ لیگ ایک طرف زور وشور سے علماء کے اِقتدار کو مٹانے کا بیڑا اُٹھائے ہوئے ہے، علی الاعلان مجامع میں آوازیں کس رہی ہے، مشرقی اور اُس کی جماعت ''مولوی کے ایمان'' کے نام سے اہل دین سے اِنتہائی نفرت پھیلا رہی ہے۔ مودودی صاحب اور اُن کے ہمنوا کس زور سے حملے کررہے ہیں۔ قادیانی ایک طرف زہریلی گیس پھیلا رہے ہیں۔ شیعوں کا مدرسۃ الواعظین اور اُس کے متعلقین پنجاب کے اضلاع کو گمراہ کرتے جارہے ہیں۔ نئی نئی چالیں شیعیت کے پھیلانے کی چلی جارہی ہیں۔ کہیں مجلس حسینی کا جال پھیلایا جارہا ہے، کہیں تبرا ایجی ٹیشن اِعلانیہ کیا جارہا ہے، کہیں اہل بیت کے جلوس نکلوائے جارہے ہیں۔ اہل بدعت کے دَجل وفریب کا جال پہلے ہی اَطرافِ ہند میں پھیلا ہوا ہے۔ انگریزی یورپین تعلیم نونہالان اسلام کو برابر اسلام سے نکال رہی ہے۔ بقول ڈبلیوڈبلیو ہنٹر ''ہمارے کالجوں اور سکولوں سے پڑھا ہوا کوئی نوجوان ہندو یا مسلمان ایسا نہیں ہے جس نے اپنے بزرگوں کے مذہبی عقائد کو غلط سمجھنا نہ سیکھا ہو''۔ فوج دَر فوج لوگ اِسلام سے برگشتہ کیے جارہے ہیں۔

آریہ علیحدہ کوشش کررہے ہیں کہ مسلمانوں کو مرتد کریں۔ ایک کروڑ کا چندہ کیا جارہا ہے، دس لاکھ دہلی میں جمع ہوگئے۔ عیسائی مشنریاں اپنی چالوں سے ایک لاکھ اِس سے زیادہ ہندوستانیوں کو عیسائی بنارہی ہیں۔ سکھ اپنی جدو جہد سے اپنا حلقہ وسیع کرتے جارہے ہیں۔ مسلمانوں اور ہندوؤں کو سکھ بناتے اور اپنے دیہاتوں وغیرہ میں مسلمانوں کے اِقتدار کو مٹاتے جارہے ہیں۔ کیا اِن حالات کے ہوتے ہوئے یہ چاہیے تھا کہ آپ کے حلقہ اثر میں آئے ہوئے لوگ خارج کیے جائیں یا یہ چاہیے تھا کہ آپ کھینچ کھینچ کرلائیں اور اُن کو صحیح العقیدہ مسلمان بنائیں۔

☆ عقیدہ ترکِ موالات میں اور شرکتِ تحریک میں خود مولانا طیب صاحب غور کریں۔ اگر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ زندہ ہوتے تو کیا کرتے اور اُن کا عمل کیا ہوتا؟ علٰی ہذا القیاس اگر حضرت نانوتوی قدس اللہ سرہٗ العزیز زندہ ہوتے تو کیا کرتے جن کی نسبت حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہٗ العزیز کے الفاظ ہیں کہ ''جب تک مولوی قاسم صاحب موجود تھے مجھ کو یقین تھا کہ پہلے یہ ہمارا سر کٹوائیں گے پھر اپنا، اَب تو جہاد کی اُمید بھی جاتی رہی''۔

☆ 1857ء کے مجاہدین کی اسپرٹ کیا تھی؟ کیا وہ تھی جو اَب دائرہ اہتمام دکھلا رہا ہے یا حلقہ بگوشان خانقاہ تھانہ بھون عمل میں لا رہے ہیں۔ میں متقدمینِ اسلام اور قرونِ اُولیٰ کی اسپرٹ کی طرف توجہ نہیں دلاتا، میں نصوصِ قرآنیہ اور آیاتِ متعلقہ بالجہاد کو پیش نہیں کرتا، میں حضرت سید احمد شہید اور مولانا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہما کے واقعات کو نہیں دہراتا، میں ابھی قریبی زمانہ اور مخصوص بزرگوں کے جذبات اور اعمال کو پیش کرتا ہوں۔

☆ اِجمالی طور پر اِتنا عرض کرتا ہوں کہ تحریکاتِ آزادی میں 1914ء سے شریک ہوں اور اُس کو مسلمانوں کا مذہبی اور انسانی فریضہ سمجھتا ہوں۔ پہلے میں تشدد والی انقلابی پارٹی میں شریک تھا اور حضرت شیخ الہند قدس اللہ سرہٗ العزیز ہمارے امام تھے اور اِسی سلسلے میں ہمارا مالٹا کی اسیری کا واقعہ پیش آیا ہے۔ وہاں سے واپسی پر خلافتِ کمیٹی، جمعیۃ، کانگریس میں شرکت اور عدم تشدد کی پالیسی میں دخول ہوا۔ اِسی زمانہ میں آزاد خیال، ترقی پسند مسلمان لیگ سے علیحدہ ہوکر خلافت میں شریک ہوئے اور کانگریس میں بھی رہے کیونکہ 1916ء سے لیگ اور کانگریس متحد ہوچکے تھے۔ ان کے نکل جانے کی وجہ سے لیگ میں جان باقی

نہیں رہی تھی۔ موجودہ عناصر کا بڑا حصہ تقریبًا امن سبھا کا ممبر اور گورنمنٹ کا کلمہ پڑھنے والا تھا۔ ہم نے اسی بناء پر کبھی لیگ کی طرح رُخ نہیں کیا۔

☆ 1936ء کے قریبی زمانہ میں مسٹر جناح نے لیگ کو زندہ کرنے کی کوشش کی۔ رُجعت پسند عناصر سے تنگ آ گئے تھے اور انہوں نے جمعیۃ اور اَحرار اور دوسری ترقی پسند جماعتوں سے اتحاد واشتراک کیا۔

☆ مسٹر جناح نے 1936ء کے الیکشن کیلیے جمعیۃ علماء ہند سے اتحاد وتعاون چاہا۔ وہ زمانہ وِلنگڈن کی حکومت کا تھا اور آزادی خواہ جماعتوں کی ہر قسم کی غیر قانونی جد وجہد پر سخت قانونی پابندیاں عائد تھیں۔ مسٹر جناح نے ہم سے چند گھنٹہ گفتگو کی اور درخواست پر زور دیا اور کہا کہ میں اِن رجعت پسندوں سے عاجز آ گیا ہوں اور اِن کو رفتہ رفتہ لیگ سے خارج کر کے آزاد خیال ترقی پسند لوگوں کی جماعت بنانا چاہتا ہوں، تم لوگ اِس میں داخل ہو جاؤ۔ ہم نے عرض کیا کہ اگر آپ اُن لوگوں کو خارج نہ کر سکے تو کیا ہوگا؟ تو فرمایا کہ اگر ایسا نہ کر سکا تو میں تم لوگوں میں آ جاؤں گا اور لیگ کو چھوڑ دوں گا۔ اس پر مولانا شوکت علی مرحوم اور دیگر حضرات نے اطمینان کیا اور تعاون کرنے پر تیار ہو گئے۔ چنانچہ ہم نے پورا تعاون کیا اور تقریبًا پونے دو مہینہ کی رُخصت بوضع تنخواہ دار العلوم سے لی اور اتنی جد وجہد کی کہ ایگریکلچرسٹ پارٹی اور دوسرے رجعت پسند اُمیدواروں کو شکست ہوئی اور تقریبًا تیس یا اِس سے زائد ممبر لیگ کے کامیاب ہو گئے جس پر چودھری خلیق الزماں نے مجھ کو خط میں لکھا کہ تیس برس کی مردہ لیگ کو تو نے زندہ کیا۔ ہم نے لیگ کا تعارف عام مسلمانوں سے کرایا اور لیگ کی آواز کو ہر ہر جگہ پہنچا دیا۔ اُس وقت مسٹر جناح نے جمعیۃ کا تیار کردہ مینوفسٹو قبول کیا اور اِسی کو "تیج" میں شائع کیا جس کی پہلی دفعہ یہ تھی کہ اسمبلیوں اور کونسلوں میں اگر کوئی خالص مذہبی مسئلہ پیش ہوگا تو جمعیۃ علماء ہند کی رائے کو خاص وقعت اور اہمیت دی جائے گی۔

مگر افسوس ہے کہ لیگ نے کامیاب ہونے کے بعد پہلے ہی اجلاس لکھنؤ میں اپنے عہود اور اعلانات کو توڑ دیا اور اُن رجعت پسند خوشامدی انگریز پرست لوگوں کو لیگ پارٹی میں داخل کرنے کی خواست گار پُر زور طریقے پر ہوئی جن کو خارج کرنے کا اعلان کیا تھا اور اُن کی پُر زور مذمت کر رہے تھے اور جن کے متعلق ہر شخص کو معلوم تھا کہ ہمیشہ اِن کی زندگی قومی تحریکات کی مخالفت اور انگریز پرستی میں گزری ہے، اِن سے وہی کہا گیا کہ آپ نے تو وعدہ کیا تھا کہ اِن لوگوں کو نکال دیا جائے گا۔ آج اِن کو لیگ میں لانے اور پارٹی میں

جگہ دینے کی کوشش کر رہے ہیں تو بگڑ کر کہا کہ ''وہ پولٹیکل وعدے تھے'' علاوہ اِس کے اور متعدد اعمال خلافِ اعلان وعہود کیے جن کی بنا پر سخت مایوسی ہوئی اور بجز علیحدگی اور کوئی صورت سمجھ میں نہ آسکی۔ انہوں نے مرکزی اسمبلی میں شریعت بل پاس نہ ہونے دیا۔ قاضی بل کی سخت مخالفت کی۔ انفساخِ نکاح کے متعلق غیر مسلم حاکم کی شرط کو قبول کرلیا۔ آرمی بل پاس کیا، وغیرہ وغیرہ۔

الحاصل ایسے معاملات اُس دس سالہ مدت میں کیے جن سے ہمیں یقین ہوگیا کہ یہ حضرات مسلمان اور ملک کی مصالح کیلیے نہیں بلکہ سرمایہ داروں، رُجعت پسندوں، جاہ پرستوں کیساتھ ہمدردی اور تعاون کرنے والے ہیں اور اِسی کے ساتھ ساتھ برطانیہ کے بھی یار و مددگار ہیں اور حسب تصریحات مینوفسٹو گورنمنٹ بھی ان کی حامی ہے۔ اب آپ ہی غور فرمائیں کہ اُن کے ساتھ رہنا اور اُن کی مدد کرنا کس طرح جائز ہے؟

☆ نوجوان طلبہ کو اپنی تعلیمات کو پورا کرنا چاہیے۔ ایام طالب علمی میں کسی عملی سیاست میں حصہ نہ لینا چاہیے۔ ہاں اَوقاتِ فارغہ میں علمی سیاست میں حصہ لینا صحیح اور دُرست ہے۔

☆ یقیناً فتنہ خاکساری بہت بڑا فتنہ ہے جو عسکریت کے رُوپ کی بناء پر قلوب کو جذب کرتا ہے اور اُن میں انگریزی غلامی کا زہر حلول کرتا ہے۔ اُس کے سامنے کوئی نصب العین موجود نہیں ہے جس پر اعتماد کیا جائے، اِس کے مٹانے میں جس قدر بھی حصہ لیا جائے از بس ضروری ہے۔ (جاری ہے)

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامدؒ کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارالاقامہ (ہوسٹل) اور درسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے (ادارہ)

سلسلہ نمبر۲۶ قسط : ۲

"الحامد ٹرسٹ" نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر ان کو شائع کردیا جائے۔اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔(ادارہ)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

آغاز دَورِ فتن

عبداللّٰہ بن عامر بن کریز۔عثمان بن اروٰی بنتِ کریز۔یہ دونوں حضرات کی قرابت ہے۔جب یہ پیدا ہوئے تو اِنہیں جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا تو آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ یہ ہمارے مشابہ ہے"ھٰذَا یَشْبَھُنَا"۔آپ نے اپنا لعابِ دہن مبارک اِن کے منہ میں ڈالا تو یہ چوستے گئے اور رسول اللہ ﷺ ڈالتے گئے۔آپ نے اِرشاد فرمایا" اِنَّہٗ لَمُسْقی" اِسے سیراب کیا جائے گا۔عبداللہ جہاں بھی پانی نکالنا چاہتے تھے نکل آتا تھا۔اِن ہی نے نہر جاری کرائی تھی جسے"نہر ابن عامر" کہا جاتا ہے۔

اِنہوں نے پورا خراسان سجستان اور کرمان فتح کیا حتی کہ غزہ کے کنارے تک پہنچ گئے۔ان ہی کے دَورِ اَمارت میں یزدجرد جو آخری شاہ فارس تھا، قتل ہوا۔

اِنہوں نے فتح خراسان کے لشکر میں نیشاپور سے احرام باندھا جس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اِنہیں ملامت بھی کی۔یہ اِس علاقہ سے جو مال غنیمت لے کر مدینہ پہنچے، وہ سب قریش اور انصار میں تقسیم کردیا۔میدانِ عرفات میں انہوں نے پانی کے حوض بنوائے اور عرفات کے لیے نہر کھدوائی۔جنگ جمل میں یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھے پھر یکسو ہو گئے۔صفین میں شرکت ہی نہیں کی۔(تہذیب التہذیب ج ۵ ص۲۷۲۔۲۷۳)

البدایہ میں ہے کہ یزدجرد کرمان سے شکست کھا کر بھاگا۔ وہ ''مَرْو'' جانا چاہتا تھا کہ راستہ میں ایک گاؤں میں اُسے کسی نے مار ڈالا۔ اُس نے بیس سال حکومت کی تھی اور یہ اہل فارس کا دُنیا میں آخری بادشاہ تھا۔ (ج ۷ ص ۱۵۸۔۱۵۹)

ابن عامر نے مرو، طالقان، فاریاب، جوزجان، طخارستان فتح کیا۔ مرو کے لیے انہوں نے حضرت احنف بن قیس (جلیل القدر تابعی) کو بھیجا۔ انہوں نے فتح کر کے اقرع بن حابس کو جوزجان فتح کرنے کے لیے آگے بھیجا۔ اس میں بہت سے بہادر مسلمان شہید ہوئے پھر احنف خود بلخ کی طرف بڑھے اُسے فتح کیا۔ پھر سردی کی شدت کی وجہ سے آگے نہیں گئے۔ موسمِ سرما گذار کر عامر کے پاس واپس آئے۔ عامر سے لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں فارس، کرمان، بحستان اور خراسان کا آباد علاقہ فتح کرایا، اتنی فتوحات کسی کو میسر نہیں آئیں۔ اِس پر اُنہوں نے شکر کے لیے بیت اللہ کا احرام باندھا۔ (البدایہ ج ۷ ص ۱۶۰)
اِنہوں نے ان کے احرام اور فتوحات کی تکمیل ۳۲ھ میں ذکر کی ہے۔ (البدایہ ج ۷ ص ۱۶۰)

عبداللہ بن حازم نے خراسان کے عامل عبداللہ بن عامر کو معزول کر دیا لیکن ان ہی دِنوں کفار کی طرف سے زبردست حملہ ہوا۔ وہ چالیس ہزار کا لشکر لائے۔ عبداللہ بن حازم کے پاس صرف چار ہزار کا لشکر تھا لیکن اِنہوں نے نہایت عمدہ جنگی تدبیر سے کام لے کر دشمن کو زبردست شکست دی۔ (البدایہ ج ۷ ص ۱۶۱)
اِن کی صلاحیتیں اِس لیے ذکر کر رہا ہوں کہ یہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اُن کی تقرری کے بارے میں اعتراض کا جواب ہیں۔

☆ ۲۸ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بحری جہاد کر کے قبرص کا جزیرہ فتح کیا۔

اس میں اِن کے ساتھ حضرت عبداللہ بن سعد بھی اپنے لشکر سمیت شریک ہوئے۔ انہوں نے سات ہزار دینار سالانہ جزیہ پر صلح کی۔ اِسی سال حبیب بن مسلمہ نے سُوریہ کے علاقہ پر جو اَرضِ رُوم کہلاتی ہے حملہ کیا اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نائلہ بنت الفرافصہ سے نکاح کیا، وہ عیسائی تھیں۔ رُخصتی سے پہلے مسلمان ہو گئیں۔ اِسی سال حضرت عثمانؓ نے مدینہ شریف میں ''زوراء'' نامی مکان بنایا۔

☆ ۲۹ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بصرہ سے معزول فرما کر وہاں عبداللہ بن عامر بن کریز بن ربیعہ کو عامل مقرر فرما دیا۔ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے

ماموں زاد بھائی تھے۔ انہیں دو جنرلوں کے لشکروں کا سردار بھی بنا دیا۔ اُس وقت عبد اللہ بن عامر کی عمر پچیس سال تھی۔

عبداللہ بن عامر نے اِس سال یا اِس سے پہلے سال فارس کا علاقہ فتح کیا تھا۔

اِسی سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حج کے موقع پر نماز میں قصر نہیں کیا جس پر صحابہ کرامؓ نے اعتراض کیا جن میں حضرت علی، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم جیسے اکابر صحابہؓ تھے۔ حتی کہ ابنِ مسعودؓ نے کہا کیا اچھا ہوتا کہ میرے حصہ میں چار رکعت کے بجائے وہ دو رکعتیں آتیں جو مقبول ہوتیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے گفتگو کی تو اِنہیں آپ نے جواب دیا کہ میں نے مکہ مکرمہ میں شادی کرلی ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ کی بیوی مدینہ میں بھی ہے اور آپ کا قیام مدینہ ہی میں رہتا ہے جہاں کہ آپ کے اہل خانہ ہیں۔

آپ نے فرمایا طائف میں میرا مال ہے۔ میں حج سے فراغت کے بعد وہاں جانا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا آپ کے اور طائف کے درمیان تو تین دن کی مسافت ہے۔

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا : کہ یمن کے کچھ لوگوں نے یہ بات کہی ہے کہ اقامت کی حالت میں بھی نماز کی دو ہی رکعتیں ہوتی ہیں تو شاید مجھے دو رکعتیں پڑھتا دیکھ کر میرے عمل کو دلیل بنا لیتے (اِس لیے میں نے قصر نہیں کیا اُتمام کیا ہے یعنی دو نہیں چار رکعتیں پڑھی ہیں)۔

حضرت عبدالرحمٰن نے فرمایا : کہ جناب رسول اللہ ﷺ پر وحی آیا کرتی تھی اور اس زمانہ میں لوگوں میں اسلام بھی کم تھا (اِس کے باوجود) آپ یہاں دو ہی رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ ابوبکر بھی یہاں دو ہی رکعتیں پڑھتے رہے اور اِسی طرح عمر بن الخطاب بھی۔ اور آپ خود بھی اپنی اُمارت کے (سابقہ) حصہ میں دو ہی پڑھتے رہے ہیں۔ اِس پر آپ خاموش ہوگئے۔ (البدایہ ج ۷ ص ۱۵۴)

یہاں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ مسلک حنفی یہ ہے کہ جہاں کسی شخص نے شادی کی ہو تو بیوی کا وطن اُس کا وطن شمار ہوگا۔ وہ جب وہاں پہنچے گا چاہے ایک ہی دن ٹھہرے پوری نماز پڑھے گا قصر نہ کرے گا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مہاجر تھے۔ انہیں حج کے بعد تین دن سے زیادہ مکہ مکرمہ میں رہنے کی

اجازت ہی نہ تھی۔ اگر انہوں نے شادی نہ کی ہوتی تو قصر ہی فرماتے۔ مسلک حنفی کی مہتم بالشان کتاب مبسوط میں بھی یہی لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے قصر کرنے کی وجہ یہ تھی کہ مکی عورت سے شادی کر لی تھی۔ پھر حضرت ابن مسعودؓ اِس گفتگو کے بعد حضرت عثمانؓ کے پیچھے چار رکعت ہی پڑھتے رہے۔

ابن اثیرؒ نے الکامل میں لکھا ہے اور حضرت شاہ صاحبؒ نے ازالۃ الخفاء میں بحوالہ امام شافعیؒ یہ روایت دی ہے (ج ۲ ص ۲۴۶)۔

☆ ۳۰ھ سعید بن العاصؓ نے طبرستان فتح کیا۔ اِس لشکر میں حضرت حسن، حضرت حسین، عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن زبیر، عبد اللہ بن جعفر، عبد اللہ بن عباس اور حذیفہ بن الیمان اور بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ یہ لشکر متعدد شہروں سے گذرا۔ وہ سب بڑی بڑی رقوم جزیہ پر صلح کرتے گئے حتی کہ جرجان پہنچے وہاں جنگ ہوئی اور اِتنی شدید ہوئی کہ اِن حضرات کو صلوٰۃ خوف پڑھنی پڑی۔ سعید بن العاص نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ نماز کیسے پڑھائی تھی پھر اِس طرح انہوں نے پڑھائی۔ پھر اِس قلعہ والے دشمنوں نے امان چاہی۔ (پھر کچھ ہی عرصہ بعد جزیہ دینے سے انکار کر کے بغاوت کر دی)۔ (البدایہ ج ۷ ص ۱۵۴)

سعید بن العاصؓ صحابی ہیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے ہیں۔ نہایت فصیح اللسان تھے اور قدرتی طور پر لہجہ میں جناب رسول اللہ ﷺ سے مشابہت تھی۔ صفین کے موقع پر یہ لڑائی میں شریک نہیں ہوئے، الگ رہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۵۰)

اِسی سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ کو کوفہ سے معزول فرمایا۔ مدینہ شریف بلالیا اور مدینہ سے سعید بن العاص کو اِن کی جگہ گورنر بنا کر بھیج دیا جس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے کوفہ میں فجر کی نماز نشہ کی حالت میں پڑھائی، اِس پر انہیں مدینہ بلایا گیا اور حد لگائی گئی۔

ولید بن عقبہ یا کسی بھی ایسے شخص سے جب کوئی غلطی ہوئی یا اُس کے ساتھ حسن سلوک کیا گیا کہ جسے جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں برا کہا گیا تھا۔ تو اُس کی برائی کو بہت اُچھالا گیا۔ ولید کے بارے میں بھی اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ کا لفظ آیا تھا۔ (سورۂ حجرات پ ۲۶)

اِس لیے اِن کے اِس واقعہ پر مدینہ شریف میں بھی اور ہر جگہ لوگ کچھ جلد بازی کرنے لگے۔

بخاری شریف میں آتا ہے کہ :

اِنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرِمَةَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْاَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ یَغُوْثَ قَالَا (لِعُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عَدِیِّ بْنِ الْخِیَارِ) مَا یَمْنَعُکَ اَنْ تُکَلِّمَ عُثْمَانَ لِاَخِیْهِ الْوَلِیْدِ فَقَدْ اَکْثَرَ النَّاسُ فِیْهِ فَقَصَدْتُّ لِعُثْمَانَ حِیْنَ خَرَجَ اِلَی الصَّلٰوةِ. قُلْتُ اِنَّ لِیْ اِلَیْکَ حَاجَةً وَهِیَ نَصِیْحَةٌ لَّکَ قَالَ یَا اَیُّهَا الْمَرْءُ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ اُرَاهُ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْکَ فَانْصَرَفْتُ .

حضرت مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن الاسود نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وعنہم کے بھانجے عبیداللہ سے کہا کہ تم اپنے ماموں سے اِن کے بھائی ولید کے بارے میں کیوں بات نہیں کرتے کیونکہ لوگ حضرت عثمانؓ کے بارے میں بہت باتیں بنارہے ہیں۔ (عبیداللہ کہتے ہیں) میں نے حضرت عثمانؓ سے اِس بارے میں گفتگو کا اِرادہ کیا جب وہ نماز کے لیے نکلے تو میں نے عرض کیا مجھے جناب سے کام ہے اور وہ جناب ہی کے لیے نصیحت (وخلوص) کا کام (مشورہ) ہے۔آپ نے اِنہیں جواب دیا اے آدمی ! میں تجھ سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔عدی کہتے ہیں میں واپس چلا آیا۔

جب میں نے نماز پڑھ لی تو میں مسورؓ اور عبدالرحمٰنؓ کے پاس آیا اور انہیں اپنی گفتگو اور حضرت عثمانؓ کا جواب سنایا۔ان دونوں نے کہا کہ تم نے تو اپنی ذمہ داری پوری کردی، میں ابھی اِن کے پاس بیٹھا ہی تھا کہ حضرت عثمانؓ کا آدمی مجھے بلانے آیا۔ پھر حدیث شریف میں اِن کی گفتگو آئی ہے۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں ان سے کبھی کھوٹا معاملہ نہیں کیا نہ کبھی اِن کی نافرمانی کی۔کیا جس طرح اِن کا حق مجھ پر تھا ویسا ہی میرا حق آج تم لوگوں پر نہیں ہے (کہ ذرا صبر وتحمل سے کام لو، اعتراضات اور زبان درازی نہ کرو اور دیکھو کہ میں کیا کرتا ہوں، غلط کام تو کروں گا نہیں)

عبیداللہ نے جواب دیا ضرور آپ کا ہم پر ایسا ہی حق ہے۔آپ نے فرمایا :

فَمَا هٰذِهِ الْاَحَادِیْثُ الَّتِیْ تَبْلُغُنِیْ عَنْکُمْ فَاَمَّا مَاذَکَرْتَ مِنْ شَاْنِ الْوَلِیْدِ فَسَنَاْخُذُ فِیْهِ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِالْحَقِّ قَالَ فَجُلِدَ الْوَلِیْدُ اَرْبَعِیْنَ جَلْدَةً وَاَمَرَ

عَلِیًّا اَنْ یَجْلِدَہٗ وَ کَانَ ھُوَ یَجْلِدُہٗ. (بخاری ج ا ص ۵۲۲. و ۴۶. ۴۷)

پھر تم لوگوں کی یہ کیا باتیں ہیں جو مجھے پہنچتی رہتی ہیں۔ بہر حال جو تم نے ولید کے بارے میں ذکر کیا ہے تو انشاء اللہ اِس معاملہ میں ہم جو حق ہوگا وہ کریں گے۔ عبید اللہ کہتے ہیں کہ پھر ولید کے (دو جہد والے کوڑے سے) چالیس کوڑے لگائے گئے۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اور حضرت علیؓ ہی کوڑے لگوانے کے انچارج تھے (انہوں نے عبداللہ بن جعفرؓ سے لگوائے اور خود شمار کرتے رہے)۔

جس وقت قرآنِ پاک کی آیت کا نزول ہوا تھا اُس میں ولید کی اُس وقت کی حالت کا ذکر تھا، ہمیشہ کا نہیں صحابۂ کرامؓ یہی مطلب سمجھے تھے۔ ورنہ حضرت عمرؓ اِن کو کیوں حاکم مقرر کرتے۔ اِس لیے انہیں کسی بھی جگہ کے حاکم بنانے میں حضرت عثمانؓ پر کوئی اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ کوفہ سے حضرت سعدؓ کو ہٹا کر اِنہیں اُن کی جگہ مقرر کرنے پر لوگوں میں چہ مگوئیاں ہوئیں جیسا کہ اُسد الغابہ میں ہے۔ کیونکہ عمر مرتبہ اور تجربہ میں ولید کا اِن سے کوئی مقابلہ نہ تھا۔ شہادت عثمانؓ کے بعد یہ رقہ چلے گئے تھے وہیں رہے اور حضرت علیؓ و معاویہؓ سے یکسو رہے حتی کہ وہیں وفات پائی۔ (تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۱۴۳) حافظ ابن حجرؒ اِن کے بارے میں برائی سے روکنے کے لیے لکھتے ہیں :

وَالرَّجُلُ فَقَدْ ثَبَتَتْ صُحْبَتُہٗ وَلَہٗ ذُنُوْبٌ اَمْرُھَا اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی وَالصَّوَابُ اَلسُّکُوْتُ. وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ. (تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۱۴۴)

یہ آدمی ایسے ہیں کہ اِن کی صحابیت ثابت ہے اور اِن کے جو گناہ ہیں اُن کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔ صحیح یہ ہے کہ سکوت کیا جائے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

اِسی سال یعنی ۳۰ھ میں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دستِ مبارک سے اَرِیْس نامی کنویں میں جناب رسول اللہ ﷺ کی مبارک انگوٹھی گرگئی۔ یہ کنواں اُس زمانہ میں مدینہ شریف کی آبادی سے دو میل کے فاصلہ پر تھا۔ یہ انگوٹھی جناب رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک میں رہی تھی پھر حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے مبارک ہاتھوں میں رہی تھی پھر چھ سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دستِ مبارک میں رہی۔ اِس کی بہت تلاش کی گئی۔ آپ نے بہت روپیہ خرچ کیا۔ کنویں میں پانی بھی تھوڑا ہی تھا لیکن وہ نہ مل سکی۔

اسی سال حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان اختلاف ہوا اور وہ شام سے مدینہ شریف واپس آ گئے۔(البدایہ ج ۷ ص۱۵۴)

☆ ۳۱ھ میں کسریٰ قتل کردیا گیا وَھُوَ آخِرُ مُلُوْکِ الْفُرُسِ فِی الدُّنْیَا عَلَی الْاِطْلَاقِ.
یہ دُنیا میں علی الاطلاق آخری فارسی بادشاہ تھا۔اور حبیب بن مسلمہ نے آرمینیا کا علاقہ فتح کرلیا۔

اسی سال غزوہ صواری ہوا۔ یہ بحری لڑائی تھی۔حضرت عبداللہ بن سعد امیر تھے۔اُدھر قسطنطین بن ھرقل خود آیا تھا۔کفار کے پانچ سو بحری جہاز تھے۔اس میں بہت شدید لڑائی کے بعد فتح ہوئی۔قسطنطین زخمی ہوگیا۔کافی بعد تک زیرِ علاج رہا۔

اس میں محمد بن ابی بکر اور محمد بن حذیفہ بھی شریک تھے۔زبردست لڑائی لڑی لیکن عبداللہ بن سعد سے الگ الگ رہ کر۔

محمد بن ابی بکر اور محمد بن حذیفہ نے حضرت عثمانؓ پر نکتہ چینی شروع کی۔ اِن کی خامیاں اور عیوب گناتے تھے جن اُمور میں اِنہوں نے حضرت ابوبکر وعمر کے خلاف اپنی رائے سے عمل کیا تھا وہ بیان کرتے تھے اور کہتے تھے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خون حلال ہے کیونکہ انہوں نے عبداللہ بن سعد کو جو مرتد و کافر ہوگئے تھے،جن کا خون رسول اللہ ﷺ نے (فتح مکہ کے وقت) مباح کردیا تھا(کہ مکہ مکرمہ میں جسے اور جہاں ملیں وہ ماردے)اور جن لوگوں کو جناب رسول اللہ ﷺ نے نکال دیا تھا اُنہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنا عامل مقرر کیا اور جناب رسول اللہ ﷺ کے بڑے بڑے صحابہ کرام کو معزول کردیا اور سعید بن العاص اور عبداللہ بن عامر کو مامور کردیا۔

عبداللہ بن سعد کو یہ اطلاع ملی تو اُنہوں نے اِنہیں بلاکر پہلے تو جہاد میں ساتھ شریک ہونے سے منع کردیا تھا(مگر یہ اَز خود شریک ہوکر رہے)اور کہا :

لَوْلَا لَااَدْرِیْ مَایُوَافِقُ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ لَعَاقَبْتُکُمَا وَحَبَسْتُکُمَا. (البدایہ ج ۷ ص ۱۵۸)

اگر یہ حال نہ ہوتا کہ مجھے پتہ نہیں کہ امیر المؤمنین کی طبع مبارک کے مناسب کیا ہوگا تو میں تمہیں سزادیتا اور قید کردیتا۔

اِس میں محمد بن ابی بکر اور محمد بن حذیفہ کے نام آئے ہیں۔ دونوں ایسے صحابہ کی اولاد ہیں کہ خود تعارف ہو جاتا ہے لیکن اُس وقت فتنہ سے شدید طرح متاثر تھے۔ محمد بن ابی بکر تو عبادت و ریاضت بھی کرتے تھے، ان سے صحاح میں روایت بھی لی گئی ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۸۱)

☆ ۳۲ھ میں اہل الکوفہ اور اہل شام کے مابین پہلی بار اختلاف پیدا ہوا۔ جس کا قصہ یہ ہے کہ سعید بن العاص نے جو کوفہ کے گورنر تھے۔ سلمان بن ربیعہ کو ایک لشکر دیا اور انہیں جہاد کا حکم دیا اور عبدالرحمٰن بن ربیعہ کو جو اُس علاقہ میں اِن کے نائب تھے اُن کی امداد کا حکم دیا۔ سلمان نے بلنجر پہنچ کر محاصرہ کر لیا اور منجنیقیں اور عرّ ادَاتْ (یعنی آگ پھینکنے کے آلے) نصب کر کے استعمال کیے۔

اہل بلنجر قلعہ سے نکلے اور اِن کی امداد تُرک کر رہے تھے، وہاں شدید لڑائی ہوئی۔ اس سے پہلے ترک مسلمانوں سے ڈرا کرتے تھے۔ اِن کا خیال تھا کہ یہ مرتے نہیں ہیں لیکن اِس کے بعد اُن کا حوصلہ کھل گیا۔ اس لڑائی میں عبدالرحمٰن بن ربیعہ شہید ہو گئے۔ انہیں ذوالنون کہا جاتا تھا۔ ان کا جسد ترک لے گئے اور اپنے پاس دفن کر لیا۔ وہاں وہ اب بھی دُعاءِ استسقاء کرتے ہیں۔ اس لڑائی میں مسلمانوں کو شکست ہوگئی۔ ان کے دو حصے ہو گئے۔ ایک حصہ ''خزر'' کے علاقہ میں چلا گیا اور لشکر کا دوسرا حصہ ''جیلان'' اور ''جرجان'' کی طرف چل پڑا۔ ان میں حضرت ابوہریرہ اور حضرت سلمان فارسی بھی تھے رضی اللہ عنہم۔

حضرت سعید بن العاص نے حضرت عبدالرحمٰن بن ربیعہ کی شہادت کے بعد اس فرع (سیکٹر) کا سلمان بن ربیعہ کو امیر بنا دیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اہل شام کو پہنچانے کا حکم دیا۔ ان کے امیر حبیب بن مسلمہ تھے۔ جب یہ وہاں پہنچے تو یہ اختلاف ہوا کہ اب امیر سلمان ہوں گے یا حبیب۔ اس معاملہ میں بات بڑھی۔ اہل کوفہ کہتے تھے کہ یہ علاقہ اور محاذ ہمارا ہے آپ امداد کے لیے آئے ہیں۔

فَإِنْ تَضْرِبُوْا سَلْمَانَ نَضْرِبْ حَبِيْبَكُمْ وَإِنْ تَرْحَلُوْا نَحْوَ ابْنِ عَفَّانَ نَرْحَلْ
وَإِنْ تُقْسِطُوْا فَالثَّغْرُ ثَغْرُ اَمِيْرِنَا وَهٰذَا اَمِيْرٌ فِی الْكِتَابِ مُقْبِلُ
وَنَحْنُ وُلَاةِ الثَّغْرِ كُنَّا حُمَاتِهِ لَيَالِیَ نَرْمِیْ كُلَّ ثَغْرٍ وَ نَنْكُلُ

(البدایہ ج ۷ ص ۱۶۰)

اِسی سال حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات

ہوئی، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی؟ وہ اُن آٹھ حضرات میں سے ایک ہیں جنہوں نے اسلام قبول کرنے میں سبقت کی، عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں، اصحابِ شوریٰ میں ہیں (جنہیں حضرت عمرؓ نے اپنی وفات کے وقت اگلے خلیفہ کے انتخاب کے لیے نامزد کیا تھا کہ اِن چھ حضرات میں سے جو مبشرین بالجنہ ہیں کسی ایک کا انتخاب کرلیا جائے۔ عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم آپ ہی نے حضرت عثمانؓ کا انتخاب کیا تھا)۔

ایک دفعہ کسی بات پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کی تکرار ہوگئی۔ جناب رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ نے حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ اور دُوسرے بعد میں اسلام قبول کرنے والے صحابہؓ کو ہدایت فرمائی اور اِن سابقین کا درجہ بتلایا۔ اِرشاد ہوا :

لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْاَنْفَقَ اَحَدُکُمْ مِثْلَ اُحُدٍ ذَھَبًا مَابَلَغَ مُدَّ اَحَدِ ھِمْ وَلَانَصِیْفَہٗ.

میرے صحابہؓ کو برامت کہو۔ قسم اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کردے تو خدا کے نزدیک اُن کے ایک مُدّ کی برابر کیا اُس کے نصف کی برابر بھی نہیں پہنچے گا۔

عرب میں مُد ساڑھے سٹرسٹھ تولے کا پیمانہ تھا۔ چار مُد کا ایک صاع ہوتا تھا۔

اِسی سال حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔ (البدایہ ج ۷ ص ۱۶۳، ۱۶۴)

حبیب بن مسلمہ فہری قرشی ہیں۔ اُن کے صحابی ہونے نہ ہونے میں اختلاف ہے۔ واقدی کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت یہ بارہ سال کے تھے۔ اہل مدینہ کہتے ہیں کہ اِنہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے حدیث نہیں سنی اور اہل شام کہتے ہیں سنی ہے۔ مکحولؒ فرماتے ہیں میں نے فقہاء سے دریافت کیا کہ کیا حبیبؓ صحابی تھے تو وہ اِس بارے میں کچھ نہ بتا سکے۔ پھر میں نے اُن کی قوم کے لوگوں سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ صحابی تھے۔ (تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۱۹۱)

سلمان بن ربیعہ باہلی ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہا جاتا ہے کہ یہ صحابی تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمرؓ سے اِن کی روایات ہیں۔ ابوحاتم اور عقیلی نے

انہیں صحابہ میں شمار کیا ہے۔ حضرت ابواُمامہ الباہلی رضی اللہ عنہ کے ساتھ فتوحات شام میں جہاد کرتے رہے ہیں پھر عراق میں رہنے لگے۔ حضرت عمرؓ نے انہیں کوفہ کا قاضی مقرر فرمادیا، کوفہ کے سب سے پہلے قاضی یہی تھے۔ ہر سال حج کرتے تھے۔ پھر حضرت عثمانؓ کے دَور میں ارمینیہ میں جہاد کیا۔ وہاں بلنجر میں شہید ہوگئے۔(تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۱۳۶)

جب آپ کی وفات ہوئی تو آپ نے وصیت کی تھی کہ اہل بدر میں سے جو حضرات زندہ ہیں اُن میں سے ہر ایک کو چار چار سو دینار ترکہ میں سے دے دیے جائیں۔ اُس وقت اہلِ بدر شمار کیے گئے وَکَانُوْا مِأَۃً تو یہ حضرات ایک سو تھے۔ سب ہی نے اِن کا یہ عطیہ قبول کیا حتی کہ حضراتِ عثمانؓ وعلیؓ نے بھی فَاَخَذُوْھَا حَتّٰی عُثْمَانُ وَ عَلِیٌّ اور اُمہات المؤمنین کے لیے الگ اِسی طرح بہت بڑی رقم کی وصیت فرمائی۔ رضی اللہ عنہ وعنہم۔(البدایہ ج ۷ ص ۱۶۴)۔(جاری ہے)

درس حدیث

کریم پارک اور ڈیفنس

حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب (مہتمم جامعہ مدنیہ جدید) ہر انگریزی مہینے کے پہلے ہفتہ کو بعد از نمازِ عصر 4:30 بمقام بیت الحمد نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ میں اور ہر مہینے کے دُوسرے ہفتہ کو بعد از نمازِ عصر 4:30 بمقام X-35 فیز III ڈیفنس ہاوسنگ سوسائٹی لاہور میں مستورات کو حدیث شریف کا درس دیتے ہیں۔ خواتین کو شرکت کی عام دعوت ہے۔ رابطہ نمبر : 042 - 7726702

0333 - 4300199 - 042 - 5027139

نوٹ : سفر کے درپیش ہونے کی بناء پر درس نہیں ہوسکے گا لہٰذا کسی بھی غیر متوقع زحمت سے بچنے کے لیے مقررہ تاریخ سے ایک دن پہلے خواتین فون پر رابطہ کر کے درس حدیث کے انعقاد کی ضرور تصدیق کرلیا کریں۔ شکریہ

اصلاحِ خواتین

شوہر سے متعلق عورتوں کی کوتاہیاں

﴿ ازافادات : حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

عورتوں کی زبردست کوتاہی :

دینی حقوق میں ایک کوتاہی عورتیں یہ کرتی ہیں کہ مرد کو جہنم کی آگ سے بچانے کا اہتمام نہیں کرتیں۔ یعنی اِس کی کچھ پرواہ نہیں کرتیں کہ مرد ہمارے واسطے حلال وحرام میں مبتلا ہے اور کمانے میں رشوت وغیرہ سے (پرہیز) نہیں کرتا تو اُس کو سمجھائیں کہ تم حرام آمدنی مت لیا کرو، ہم حلال ہی میں اپنا گزر کرلیں گے۔

اِسی طرح اگر مرد نماز نہ پڑھتا ہو تو اُس کو بالکل نصیحت نہیں کرتیں حالانکہ اپنی غرض کے لیے اُس سے سب کچھ کرالیتی ہیں۔ اگر عورت مرد کو دیندار بنانا چاہے تو کچھ مشکل نہیں مگر اِس کے لیے ضرورت ہے کہ پہلے تم خود دیندار بنو۔ نماز اور روزہ کی پابندی کرو پھر مرد کو نصیحت کرو تو انشاء اللہ اثر ہوگا۔ مگر بعضی عورتیں دینداری پر آتی ہیں تو یہ طریقہ اختیار کرلیتی ہیں کہ تسبیح اور مصلّٰی لے کر بیٹھ گئیں اور گھر (کے کام اور شوہر کی خدمت) کو ماماؤں پر ڈال دیتی ہیں۔ یہ طریقہ اچھا نہیں ہے کیونکہ گھر کی نگرانی اور شوہر کے مال کی حفاظت وخدمت عورت کے ذمّہ فرض ہے۔ اور جب فرض میں خلل آگیا تو یہ نفلیں اور تسبیح کیا کام دیں گی۔ اس لیے دینداری میں اِتنا غلو بھی نہ کرو کہ گھر کی خبر ہی نہ لو۔ نماز روزہ اِس طرح کرو کہ اِس کے ساتھ گھر اور شوہر کا بھی پورا حق ادا کرو۔ (حقوق البیت ص ۵۴)

اگر عورتیں چاہیں تو مرد پکے دیندار بن جائیں :

اگر عورتیں ہمت سے کام لیں تو بہت جلد خرابیاں زائل ہوسکتی ہیں اور اگر زائل نہ ہوں تو کم ضرور ہوجائیں گی۔ کیونکہ مرد زیادہ تر مال کے گناہ میں (مثلاً سود، رشوت وغیرہ میں) عورتوں ہی کی وجہ سے مبتلا ہوتے ہیں۔ اگر یہ ذرا ہمت کرکے زیور اور لباس کی فرمائش کم کردیں اور مردوں سے کہہ دیں کہ ہماری وجہ سے حرام کمائی میں مبتلا نہ ہونا تو بہت کچھ اِصلاح ہوجائے۔

میں سچ کہتا ہوں کہ بعض عورتیں مردوں سے بھی زیادہ مضبوط ہوتی ہیں۔ اِس لیے جو عورتیں یہ کہتی ہیں کہ ہم مجبور ہیں، جو خاوند لاتا ہے وہ کھانا پڑتا ہے، یہ اُن کے لچر بہانے ہیں۔ اگر یہ زیور اور کپڑے کی فرمائش نہ کیا کریں تو بہت سے مرد تو خود ہی رشوت سے توبہ کرلیں اور اگر کوئی پھر بھی لے تو عورتیں ہمت کر کے اُن سے کہہ دیں کہ ہمارے پاس رشوت کا مال نہ لانا۔ صرف حلال تنخواہ کا روپیہ لانا ورنہ آخرت میں ہم تمہارے دامن گیر ہوں گے۔ دیکھئے پھر مردوں کی کتنی جلدی اِصلاح ہوتی ہے۔ (اَسباب الغفلۃ ص ۳۹۵)

چند اللہ کی بندیوں کی حالت :

حضرت مولانا گنگوہیؒ کی صاحبزادی کا جب نکاح ہوا تو اُن کے خاوند مولوی ابراہیم صاحب کے یہاں بالائی آمدنی میں کچھ احتیاط نہ تھی۔ حضرتؒ کی صاحبزادی نے پہلے ہی دن اُن سے صاف کہہ دیا کہ میں تمہارے گھر میں اُس وقت تک کھانا نہ کھاؤں گی جب تک بالائی آمدنی سے تم توبہ نہ کرو گے۔ غرض اِن اللہ کی بندی نے جاتے ہی خاوند سے توبہ کرائی اور عہد لیا کہ آئندہ سے کبھی رشوت نہ لی جائے۔

حضرت گنگوہیؒ کی صاحبزادی بہت زاہدہ تھیں۔ یہ اُن کا زہد ہی تو ہے کہ پہلے ہی دن خاوند کو رشوت سے روک دیا حالانکہ اُس وقت عورت کو روپیہ کا لالچ ہوا کرتا ہے خصوصًا اُسکو جسے ماں باپ کے یہاں سے بھی رئیسانہ زیور کپڑا نہ دیا گیا ہو مگر اِسکے باوجود اُنکو دُنیا کی بالکل حرص نہ ہوئی بلکہ دین کا خیال غالب ہوا۔

اِسی طرح کاندھلہ میں ایک بی بی تھیں۔ اُن کے خاوند تحصیل دار تھے جن کے متعلق آب کاری کا انتظام تھا (وہ بھی رشوت وغیرہ لیتے تھے)۔ اُن بی بی نے اپنے خاوند کی آمدنی کو ہاتھ تک نہیں لگایا، نہ اُس سے زیور بنایا اور نہ کپڑا، اور کمال یہ کیا کہ ملازمت کے مقام پر رہنے کے زمانہ میں غلہ اور نمک اور ہر چیز اپنے میکہ سے منگاتی تھیں اور شرافت یہ کہ شوہر کو اطلاع تک نہیں کی کہ اُن کو کہیں رنج نہ ہو۔

ہمارے یہاں ایک کاندھلہ کی بی بی تھیں۔ اُن کے شوہر کے یہاں کچھ زمین رہن تھی جس کی آمدنی وہ اپنے خرچ میں لاتے تھے مگر اُن کی بیوی نے رہن (گروی) کی آمدنی سے ایک دانہ بھی نہ کھایا۔

میں نے اپنے خاندان کے بزرگوں سے سنا ہے کہ میری والدہ مرحومہ نے سارا زیور اُتار کر والد صاحب کے سامنے پھینک دیا تھا اور یہ فرمایا تھا کہ یا تو اِس کی زکوٰۃ دو ورنہ اِس کو اپنے پاس رکھو میں نہ پہنوں گی۔ آخر مجبور ہو کر والد صاحب نے سب کی زکوٰۃ دی، تب وہ زیور پہنا گیا۔ (باقی صفحہ ۳۰)

قسط : ۱۳

اَللَّطَائِفُ الْاَحْمَدِیَّہ فِی الْمَنَاقِبِ الْفَاطِمِیَّہ رض

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مناقب

﴿ حضرت علامہ سیّد احمد حسن سنبھلی چشتی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

حرمتِ صدقہ اہل بیتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم :

(۴۶) اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخْرَجَ تَمْرَۃً مِّنْ تَمْرِ الصَّدَقَۃِ مِنْ فَمِ الْحَسَنِ اَوِ الْحُسَیْنِ وَقَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ اٰلَ مُحَمَّدٍ لَایَاْکُلُوْنَ الصَّدَقَۃَ (رواہ البخاری وفی لفظ مسلم اِنَّا لَاتَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَۃُ).

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکالا ایک چھوہارا صدقے کے چھوہاروں میں سے حضرت امام حسنؓ یا حضرت امام حسینؓ کے منہ مبارک سے اور فرمایا کیا تجھے معلوم نہیں کہ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ نہیں کھاتے (یعنی اُن کو صدقہ کھانا حرام ہے)۔

اور بخاری کی روایت یہ بھی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم اہل بیت کو صدقہ حلال نہیں کذا فی فتح القدیر اور حدیث ۵۵ جو اِس مضمون کے متعلق ہے اور آگے آوے گی اُس کا ترجمہ یہ ہے کہ فرمایا رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شبہ یہ صدقہ سوائے اِس کے نہیں کہ میل کچیل لوگوں کا ہے اور بے شبہ وہ (صدقہ) حلال نہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اور نہ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ یہ مسلم کی روایت ہے اور میل کچیل ہونا بھی علت ہے حرمت کی۔ چنانچہ یہ روایت مسلم کی تصریح کرتی ہے۔ اور جن لوگوں پر صدقہ حرام ہے وہ لوگ اُولادِ بنی ہاشم ہیں سوائے اُولادِ ابولہب کے، چنانچہ کتبِ فقہ میں تفصیل مذکور ہے۔

جاننا چاہیے کہ اہل بیتِ نبوت کو حق تعالیٰ نے ایک بزرگی یہ بھی عطا فرمائی ہے کہ صدقہ جو لوگوں کا میل کچیل ہے اُن پر حرام فرمادیا تاکہ وہ پاک صاف رہیں اور اِس میل کچیل کے خراب اثر سے محفوظ رہیں

اور اُن کی لطافت اور طہارت میں نقصان نہ آوے (کیونکہ اِس کی وجہ سے طہارت باطنی اور گناہوں سے پاکی میسر ہوتی ہے پس یہ مثل وضو کیے ہوئے پانی کے ہے)۔

اور اہل بیت میں بڑی خصوصیت کے ساتھ حضرت فاطمہ ؓ کا داخل ہونا ظاہر ہے اور جن حضرات پر صدقہ حرام ہے اُن کے غلام بھی اِس بزرگی میں شریک ہیں۔ چنانچہ صحیح حدیث میں وَارد ہے یعنی اُن کے غلاموں کو بھی صدقہ کھانا حرام اور منع ہے اور جان لو کہ اعمال کی خرابی اور دُرستی میں کھانے پہننے کو بڑا دخل ہے، جس درجہ کا مال حلال انسان استعمال کرے گا اُسی درجہ کی نورانیت پیدا ہوگی، دُعاء قبول ہوگی۔

ایک صحابی ؓ نے قبولیتِ دُعاء کی آرزو کی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ حلال مال کھایا کرو۔ پس معلوم ہوا کہ حلال مال کے استعمال سے دُعاء قبول ہوتی ہے۔ یہ روایت احیاء العلوم میں ہے اور مستند ہے اور اُسی میں ہے کہ مشتبہ ایک لقمہ کھانے سے چالیس روز تک اعضاء عقل کی نافرمانی کرتے ہیں یعنی عقل طاعت کو کہتی ہے اور عمدہ باتوں کا حکم کرتی ہے وہ قابو میں نہیں آتے۔ اور مشتبہ مال وہ ہے جس کے حلال یا حرام ہونے کا یقین نہ ہو اور دونوں جانب کا احتمال ہو، نہ یہ معلوم ہو کہ اِس میں کس قدر حلال ہے اور نہ یہ خبر ہو کہ کس قدر حرام ہے۔ اور اگر اکثر مال حلال اور کچھ حرام ہو اُس کو بھی مشتبہ کہتے ہیں لیکن ایسے مال کے کمانے والے کو اکثر حلال کی صورت میں بھی کھانا حرام ہے اور دوسرے لوگوں کو مشتبہ مال کھانا مکروہ ہے اور اِس کا بُرا اثر پڑتا ہے لیکن اہلِ صفا اور نورانی قلب کے حضرات اِس قسم کے اثر کو معلوم کرتے ہیں جن کے قلوب پر گناہوں کی ظلمت چھا رہی ہے۔ حُبِّ دُنیا کا غلبہ ہے اُن کو تو اِس میں بڑا مزہ آتا ہے واقعی حق نظر نہیں آتا اُس کو جس کے قلب کی بینائی گناہوں کے اندھیرے سے جاتی رہے لہٰذا مناسب ہے کہ انسان حتی المقدور اعلیٰ درجہ کا حلال مال کھاوے اور اگر بڑا پست ہمت ہو تو حرام سے تو ضرور ہی پرہیز کرے کہ اِس سے بچنا ہر شخص پر فرض ہے۔

اَب یہ بھی معلوم کرنا ضرور ہے کہ حضراتِ مذکورین پر صدقہ فرض و واجب مثل زکوٰۃ، طعام، کفارہ وغیرہ بالاتفاق حرام ہے لیکن بعض علماء نے اِس کے خلاف کہا ہے اور دلیل اُن کی ضعیف ہے قابل التفات نہیں۔ ہاں نفل صدقہ میں اختلاف معتدبہ ہے۔ بعض نے جائز رکھا ہے لیکن اہلِ تحقیق اِس کے بھی خلاف ہیں۔ محققینِ حنفیہ کے نزدیک (اور یہی قول میرے نزدیک معتمد علیہ اور قابلِ فتویٰ ہے) صدقہ فرض،

واجب، نفل سب حرام وممنوع ہے۔ ہاں حضراتِ مذکورین کی خدمت بطریق ہبہ، تواضع اور محبت سے بلحاظِ قرابت رسولِ مقبول ﷺ اچھی طرح کرنا چاہیے اور خود اُن حضرات کو حرص وطمع دُنیاوی سے بچ کر محض خدا کے بھروسہ پر زندگی بسر کرنا مناسب ہے بلکہ واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر محبوب ومقبول کے تعلق داروں کو ضائع نہ کرے گا۔ اُس کی رحمتِ دُنیاوی تو ایسی عام ہے کہ کافر مردُود بھی محروم نہیں۔ پھر مسلمان ذی قرابت نبوی ﷺ کی نسبت کیا گمان ہے۔ شعر

دوستاں را کجا کنی محروم ۔۔۔ تو کہ با دُشمناں نظر داری

اور مضمونِ مذکور کی تفصیل فتح القدیر اور فتاویٰ اشرفیہ میں دیکھنی چاہیے۔ تھوڑی سی عبارت فتح القدیر کی نقل کرتا ہوں :

فِیْ شَرْحِ الْکَنْزِ لَافَرْقَ بَیْنَ الصَّدَقَةِ الْوَاجِبَةِ وَالتَّطَوُّعِ ثُمَّ قَالَ وَقَالَ بَعْضُھُمْ یَحِلُّ لَھُمُ التَّطَوُّعُ اِنْتَھٰی فَقَدْ اَثْبَتَ الْخِلَافَ عَلٰی وَجْهٍ یُّشْعِرُ تَرْجِیْحَ حُرْمَةَ النَّافِلَةِ وَھُوَ الْمُوَافِقُ لِلْعُمُوْمَاتِ فَوَجَبَ اِعْتِبَارُهٗ فَلَایُدْفَعُ اِلَیْھِمُ النَّافِلَةُ اِلَّا عَلٰی وَجْهِ الْھِبَةِ مَعَ الْاَدَبِ وَخَفْضِ الْجَنَاحِ تَکْرِمَةً لِاَھْلِ بَیْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَقْرَبُ الْاَشْیَاءِ اِلَیْکَ حَدِیْثُ لَحْمِ بَرِیْرَةَ الَّذِیْ تُصُدِّقَ بِهٖ عَلَیْھَا لَمْ یَأْکُلُهُ حَتّٰی اعْتَبَرَهٗ ھَدِیَّةً مِّنْھَا فَقَالَ ھُوَ عَلَیْھَا صَدَقَةٌ وَلَنَا مِنْھَا ھَدِیَّةٌ وَالظَّاھِرُ اَنَّھَا کَانَتْ صَدَقَةً نَّافِلَةً وَ اَیْضًا لَا تَخْصِیْصَ لِلْعُمُوْمَاتِ اِلَّا بِدَلِیْلٍ اِنْتَھٰی کَلَامُ الْمُحَقِّقِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ وَاَرْضَاهُ .

صاحبِ فتح القدیر بڑے درجے کے امام اور مصنف اور حنفیہ میں مجتہد مقید اور دَرویش ہیں۔ نیز امام زیلعیؒ شارحِ کنز بھی بڑے نامی مستند امام ہیں جن حضرات کا یہ فتویٰ ہے۔ اور امام طحاویؒ نے حضرت امام ابو یوسفؒ وامام محمدؒ کا بھی یہی مذہب نقل کیا ہے جو تحقیق صاحبِ فتح القدیر کی ہے۔ اور حضرت امام اعظمؒ سے بھی ایک روایت اِسی مضمون کی نقل کی ہے جس کا جی چاہے شرح آثار مؤلفہ امام طحاویؒ ملاحظہ کرے اور عقلی دلیل سے بھی اِسی قول کو ترجیح دی ہے۔

پس اُن لوگوں کو چاہیے کہ صدقاتِ واجبہ و نافلہ و طعامِ میت سے بچیں اور خدا تعالیٰ کی عطا کردہ بزرگی کی ناقدری نہ کریں اور دوسرے لوگ بروقتِ حاجت حضراتِ سادات اور اہل قرابتِ نبوی ﷺ کی خاص طور پر تواضع اور محبت سے خدمت کریں اور جان و مال اہل بیتِ رسول اللہ ﷺ پر نثار کردیں کہ اِس سے بڑھ کر اور کون سی بزرگی ہوگی۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ دارین میں عافیت اور رضائے خدا اور رسول ﷺ میسر آوے گی جس کے مقابلے میں ہفت اقلیم کوئی چیز نہیں۔

شکایت وہدایت :

اَفسوس صد اَفسوس کہ آج کل بعضے سادات نے اپنی بزرگی کو نیست و نابود کردیا۔ جہالت، رذالت، طمع، اَخلاقِ مذمومہ، مالِ حرام کھانا، ایمان فروشی، کفرانِ نعمتِ الٰہی وغیرہ اپنا شیوہ مقرر کرلیا اور قناعت وتوکل اخلاقِ حمیدہ علم دین وغیرہ سے کنارہ کشی کی جس کی بدولت دُنیا میں بھی بے چین و ذلیل ہیں اور آخرت میں سخت ندامت اور رُسوائی و عذاب سے مقابلہ ہوگا۔ اور بعضے مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ ایسے حضرات کی جو سادات اور قرابت نبوی ﷺ میں صاحبِ حاجت ہیں، خدمت نہیں کرتے، نہ اُن کا حق ادا کریں نہ تعظیم بجالاویں۔ کیا مُنہ دکھاویں گے خدا اور رسول ﷺ کو۔ اِن دونوں گروہ سے دونوں وقت صبح وشام جناب رسول مقبول ﷺ کو جبکہ نامۂ اعمال پیش ہوتے ہیں ایذا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی ایذا دینے والے کو خاص طور پر عذاب دینے کا وعدہ فرمایا ہے لہٰذا دونوں فریق پر فرض ہے کہ اپنی اصلاح کریں اُس طریق سے جو اُوپر بیان ہوچکا۔ (جاری ہے)

بقیہ : شوہر سے متعلق عورتوں کی کوتاہیاں

ذرا عورتیں اِس طرح کر کے تو دیکھیں انشاء اللہ خود بخود مردوں کی اِصلاح ہوجائے گی۔ کیونکہ جس طرح بعض دفعہ مرد سے عورت کی اِصلاح ہوتی ہے اِسی طرح عورت سے بھی مرد کی اصلاح ہوتی ہے اور زوجۂ صالحہ (نیک بیوی) تو وہی ہے جو مرد کو دین میں محتاط بنادے نہ یہ کہ پہلے سے بھی زیادہ اور بے احتیاط بنادے (اَسباب الغفلۃ ملحقہ دین ودُنیا ص ۳۹۵)۔ (جاری ہے)

پروفیسر میاں محمد افضل، ساہیوال

شہادت صدام حسینؒ

تضمین بر مصرع فیض احمد فیض

❁ ❁ ❁

''جس دَھج سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے''
جرأت سے ذرا گردن کو کٹا ، بزدل کو ندامت رہتی ہے

کر خوفِ خدا، مت موت سے ڈر، یہ موت تو آخر آنی ہے
کر شوق شہادت کا پیدا، تب جان امانت رہتی ہے

صدام کی جرأت کو دیکھو ، کس شان سے مقتل میں آیا
ہو بندہ کیسا بھی گندا ، پر خوں کی نجابت رہتی ہے

اِس دَور میں بھی اِس بندے میں اَسلاف کا پرتو باقی تھا
ہو موتی گرچہ کیچڑ میں پر دمک سلامت رہتی ہے

جب موت بلانے آئی تھی ، تب کلمۂ طیب لب پر تھا
ترے خاص دُلارے بندوں کے ہونٹوں پہ صداقت رہتی ہے

صدام بھی تیرا بندہ تھا ، جس جرأت سے وہ دَار چڑھا
اِس دَورِ حزیں میں اَے مولا، یاد اُس کی شہادت رہتی ہے

اے مردِ مسلماں غور سے سن ، ہے دَور صلیبی جنگوں کا
سب کفر ہوا ہے یکجا اب ، مسلم سے عداوت رہتی ہے

تو شیرِ خداؓ کا وارث ہے ، باطل کے مقابل مت جھکنا
میدانِ وَغا میں رہنے سے ، ایماں کی حرارت رہتی ہے

کر میرے خدا دُشمن کو فنا ، ایوبیؒ پھر کر ہم کو عطا
آزاد ہو بیتِ قدس تیرا ، اب دل میں یہ حسرت رہتی ہے

افضل کی یہی تجھ سے ہے دُعا ، کر مرگِ شہادت اُس کو عطا
جب موت ہے بستر پر آتی ، تب دل میں خجالت رہتی ہے

قسط : ۲

یہودی خباثتیں

﴿ تحریر : فلسطینی مفکر عبداللہ التل ، ترجمہ و تلخیص : مولانا سیّد سلمان حسینی ندوی ﴾

یہودیوں کی خونخواری :

یہودیوں کا ایک دینی و مذہبی رواج ہے جس کی تفصیلات رونگٹے کھڑے کر دینے والی ہیں۔ وہ ہر سال اپنے ایسٹر (Easter) تہوار کے موقع پر کسی بھی غیر یہودی بچہ، جوان یا کسی بھی شخص کو مار کر اُس کا تازہ خون نکال کر تہوار کی روٹی تیار کرنے کے لیے آٹا اُس سے گوندھتے ہیں اور اُسے کھا کر تہوار مناتے ہیں۔

آپ اِس کو سن کر حیران و ششدر ہو جائیں گے لیکن یہ ایک تاریخی اور ثابت شدہ حقیقت ہے اور اِسی مجرمانہ عادت کے انکشاف کی بناء پر مختلف دَوروں میں اِن کو یورپ اور ایشیاء کے ملکوں سے بڑی نفرت اور بے دردی سے نکالا گیا۔ وہ اِس سلسلہ میں اپنے جس قانون پر عمل کرتے ہیں، اُسے ''اکسوتاریک'' (EKSOTERIK) کہا جاتا ہے اور کچھ اعمال سحر اور شعبدہ بازی سے متعلق ہیں، اُسے ''اسوتاریک'' (ESOTERIK) کہتے ہیں۔ انہیں خود اِس کا اعتراف ہے۔

قدیم زمانہ سے یہودی جادوگر اور شعبدہ باز اپنے مذہبی مراسم اور سفلی عملیات کے لیے انسانی خون استعمال کرتے رہے ہیں۔ اِس کا ذکر تورات میں بھی موجود ہے۔ سفر اشعیاء اصحاح ۵۷ میں ہے :

> ''اے جادوگرنی کی اولاد، فاسق اور زانی عورت کی ذریت، اِدھر آؤ۔ تم کس کا مذاق اُڑاتے ہو، کس کے سامنے منہ کھولتے ہو اور زبان نکالتے ہو، تم گناہ زادے ہو، جھوٹ و فریب کی نسل ہو۔ ہر سر سبز درخت کے نیچے تم بتوں کی طرف لپکتے ہو وادیوں میں اور قلعوں کے دروازوں پر بچوں کو قتل کرتے ہو۔''

یہودی مؤرخ ''برنارڈ لازار'' (BERNARD LAZARE) نے اپنی کتاب ''سامی مخالف'' (L'ANTISEMITISME) میں لکھا ہے کہ بچوں کو ذبح کرنے کی عادت یہودی جادوگروں نے بچوں کا خون استعمال کرنے کے لیے شروع کی۔ وہ کہتا ہے :

''انسانی خون کے واقعات، قوم میں معروف ہیں۔ یہ قصہ کہانی نہیں ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ یہودی نوجوان جادو اور شعبدہ سے بڑی دلچسپی رکھتے ہیں۔ تلمود میں جادو اور شیطانوں کا تذکرہ بڑے پُر اسرار انداز میں کیا گیا ہے۔ یہ بات اُن کے ہاں بالکل طبعی ہے کہ مذہبی رسومات میں خون کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اِس کا امکان ہے کہ یہودی جادوگروں نے غیر یہودی بچوں کو اُن کے خون کا استعمال کرنے کے لیے ذبح کیا ہو، یہ واقعات اِسی بنیاد پر مبنی ہیں۔'' [1]

کیتو (KITTO) اپنی کتاب ''مجموعہ کتاب مقدس'' اشاعت ۱۸۹۵ء میں لکھتا ہے :

''اُن کی محرابیں خون سے لت پت ہیں جو عہدِ ابراہیمی سے مملکتِ اسرائیل و یہودا کے دَور تک بہائے گئے۔''

ڈورسن (G.A.DORSEN) اپنی کتاب ''تہذیب'' (CIVILIZATION) میں لکھتا ہے :

''شہر قدس میں اُن کے عبادت خانے بڑے مہیب اور خوفناک ہیں۔ ہندو جادوگروں سے بھی بڑھ کر، یہی وہ جگہیں ہیں جہاں انسان بھینٹ چڑھائے جاتے ہیں''۔

یہودی انسائیکلوپیڈیا جلد ۸ ص : ۶۵۳، اشاعت ۱۹۰۴ء میں لکھا گیا ہے :

''حکماء نے جو بنیاد فراہم کی ہے وہ انسانی قربانیوں کی ہے۔ جو خدا ''یہوہ'' ''انسانوں کے بادشاہ'' کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں اور جو یہودی بادشاہت کے آخری دَور سے شروع ہوئیں۔ [2]

جرمن ڈاکٹر اَریک بیسکوف نے (Dr.ERICH BISCHOFF) جو یہودی تعلیمات و قوانین کے مطالعہ و تحقیق کے اسپیشلسٹ ہیں۔ ایک یہودی مصنف کی کتاب THKUME ZOHAR سے نقل کیا ہے :

''دین و مذہب کا یہ حکم ہے کہ غیروں کو قتل کیا جائے۔ اُن کے اور جانوروں کے درمیان

---

[1] سوئیوں والی ٹنکی (ایولی فیچی) از جنرل جواد رفعت اتیل خان، استنبول ۱۹۵۸ء۔ ترجمہ از مجاہد فاروق حمود [2] ایضاً

فرق نہیں ہے۔ یہ قتل شرعی طریقہ پر ہونا چاہیے۔ جو لوگ یہودی مذہب اور یہودی قانون کو نہیں مانتے اُنہیں خدائے اعظم کے حضور بھینٹ چڑھا دینا چاہیے۔''[۱]

سر رچرڈ برٹن (Sir Richard Burton) جنہوں نے (تلمود اور غیر یہودیوں کے بارے میں اس کا موقف) کے موضوع پر اپنا حاصل مطالعہ اپنی کتاب (یہودی، روشنی اور اسلام) میں پیش کیا ہے۔ اس کتاب کے ایڈیشن ۱۸۹۸ء میں صفحہ ۷۳ پر لکھتے ہیں :

''یہودی عقائد کا مرکزی نکتہ یہ ہے کہ غیر یہودی درندہ صفت جانور ہیں۔ اِن کے حقوق کھیتوں میں چرنے والے جانوروں سے زیادہ نہیں ہیں''۔[۲]

یہی مصنف صفحہ ۸۱ پر لکھتا ہے :

''تلمود کہتی ہے کہ ہمارے ہاں خدا کو راضی کرنے کے دو موقعے خون بہانے کے ہیں۔ ایک موقع انسانی خون کی گندھی ہوئی روٹیوں کی عید کا موقع، دوسرا ہمارے بچوں کے ختنہ کا موقع۔''

یہودیوں کے ہاں دو تہوار ایسے ہیں جن میں انسانی خون میں گندھے ہوئے آٹے کی روٹی کھائی جاتی ہے :

۱۔ پوریم تہوار (PURIM) دوسرا فصح تہوار (PASSOVER) پہلا تہوار ہر سال مارچ میں ہوتا ہے۔ دوسرا تہوار عیسائیوں کے EASTER تہوار کے موقع پر اپریل میں ہوتا ہے۔[۳]

''پوریم'' تہوار میں بالغ جوانوں کو بھینٹ چڑھایا جاتا ہے۔ قربان شدہ جوان کا خون لے کر اُس سے تہوار کی روٹی پکتی ہے اور بقیہ خون اگلے سال کے لیے سُکھا کر رکھ لیا جاتا ہے اور فصح تہوار میں وہ بچے بھینٹ

---

[۱] یہودیوں کا رواج قتل از آرنلڈ لیز لندن ۱۹۳۸ء [۲] یہودیوں کا رواج قتل از آرنلڈ لیز لندن ۱۹۳۸ء۔

[۳] پوریم تہوار توراۃ میں مذکور ''استیر'' نامی حسین خاتون کی طرف منسوب ہے۔ اُس نے شاہ ایران کو اِس پر آمادہ کیا تھا کہ وہ یہودیوں کو اِس کی اجازت دے کہ وہ اُس کے وزیر ہامان کو ماریں کیونکہ وہ یہودیوں کو مارنا چاہتا تھا، پھر انہوں نے ہامان اور اُس کی قوم کے ہزاروں مردوں، عورتوں اور بچوں کو مارا۔ یہودی اِس تہوار میں اُس خاتون ''استیر'' اور ایرانیوں کے خلاف اپنے قتل عام کو یاد کرتے ہیں۔

چڑھائے جاتے ہیں جن کی عمر دس سال سے زیادہ نہ ہو۔

انسانی خون لینے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک لمبی ٹنکی قربانی کے قد کے برابر ہوتی ہے اور اُس کے اندر نیچے سے اُوپر تک سوئیاں لگی ہوتی ہیں۔ قربانی یعنی کسی جوان یا بچہ کو اُس ٹنکی میں کھڑا کر کے جسم میں سوئیاں چبھو دی جاتی ہیں۔ سوئیوں کے ذریعہ سے یہ خون ٹنکی کے نچلے حصہ میں پہنچتا ہے اور نیچے ایک ٹب میں جمع ہوتا ہے۔ اِس جوان یا بچہ پر اِس مجرمانہ عمل کے دوران تہوار منانے والے خونخوار خوش ہوتے ہیں اور تہوار کی رنگ رلیاں مناتے ہیں۔ [1] یا کبھی جانور کی طرح اِس ''قربانی'' کو ذبح کر دیا جاتا ہے اور کسی برتن میں خون لے لیا جاتا ہے یا انسانی بھینٹ کی رگیں متعدد مقامات سے کاٹ دی جاتی ہیں۔ خون فوارے کی طرح نکلتا ہے، اُسے کسی برتن میں اکٹھا کر لیا جاتا ہے اور پھر اُسے ''حاخام'' پادری کو دیا جاتا ہے جو خون کے پیاسے یہودی خدا ''یہوہ'' کی رضامندی کے لیے اِس انسانی خون میں گُندھی ہوئی مقدس روٹی تیار کرتا ہے۔ یہودیوں کا یہ تہوار اِس کے بغیر مکمل ہی نہیں ہوتا۔ شروع میں اِسی مقصد کے لیے یہودی کسی عیسائی لڑکے کا خون لیتے تھے کیونکہ وہ اُن کے نزدیک سب سے زیادہ قابلِ نفرت اور بڑے دُشمن تھے۔

مصنف دزرائیلی نے اپنی کتاب Bentink 1857 Life Of Lord George میں اِس کے بارے میں لکھا ہے :

> ''خدا کی یہ قوم ملحد کافروں سے تعاون کرتی ہے۔ مال جمع کرنے کے ماہر کمیونسٹوں سے معاہدے کرتی ہے۔ یہ منتخب قوم یورپ کے گرے پڑے انسانوں سے مصافحہ کرتی ہے اور یہ سب وہ ''مسیحیت'' کو تباہ کرنے کے لیے کرتی ہے''۔

بعد کے دَور میں یہ کینہ پرور، مجرم، خونخوار بھیڑیئے اسلام اور مسلمانوں کو بھی اپنا نشانہ بنانے لگے۔ (جاری ہے)

---

[1] سوئیوں والی ٹنکی (ایولی فیچی) از جنرل جواد رِفعت اتیل خان استنبول ۱۹۵۸ء۔ ترجمہ از مجاہد فاروق حمود

گلدستۂ احادیث

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، مدرس جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

جہاد میں مارے جانے والے تین طرح کے لوگ :

عَنْ عُتْبَةَ بْنِ عَبْدِ السُّلَمِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اَلْقَتْلٰى ثَلٰـثَةٌ مُّؤْمِنٌ جَاهَدَ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَإِذَا لَقِيَ الْعَدُوَّ قَاتَلَ حَتّٰى يُقْتَلَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِ فَذَالِكَ الشَّهِيْدُ الْمُمْتَحَنُ فِيْ خَيْمَةِ اللّٰهِ تَحْتَ عَرْشِهٖ لَايَفْضُلُهُ النَّبِيُّوْنَ اِلَّا بِدَرَجَةِ النُّبُوَّةِ وَمُؤْمِنٌ خَلَطَ عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا جَاهَدَ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِذَا لَقِيَ الْعَدُوَّ قَاتَلَ حَتّٰى يُقْتَلَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِ مُمَصْمِصَةٌ مَحَتْ ذُنُوْبَهٗ وَخَطَايَاهُ اِنَّ السَّيْفَ مَحَّآءٌ لِّلْخَطَايَا وَاُدْخِلَ مِنْ اَيِّ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَآءَ ، وَمُنَافِقٌ جَاهَدَ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فَإِذَا لَقِيَ الْعَدُوَّ قَاتَلَ حَتّٰى يُقْتَلَ فَذَالِكَ فِي النَّارِ اِنَّ السَّيْفَ لَايَمْحُو النِّفَاقَ . (دارمی بحوالہ مشکوۃ ص ۳۳۶)

حضرت عتبہ بن عبد السلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جہاد میں مارے جانے والے لوگ تین طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ مومن کامل جس نے اللہ کی راہ میں اپنی جان و مال کے ذریعہ جہاد کیا پھر جب دُشمن سے اُس کی مڈبھیڑ ہوئی تو وہ (پوری شجاعت و بہادری کے ساتھ) لڑا یہاں تک کہ مارا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے بارے میں فرمایا کہ یہ وہ شہید ہے جس کو (جہاد کی مشقتوں اور مصائب پر صبر کرنے کی آزمائش میں) مبتلا کیا گیا۔ یہ شہید (آخرت میں)

عرش الٰہی کے نیچے اللہ کے خیمہ میں ہوگا (یعنی اُس کو اللہ تعالیٰ کا کمالِ قرب اور اُس کے حضور میں خاص درجہ حاصل ہوگا) اور انبیاء اُس سے صرف درجۂ نبوت میں زیادہ ہوں گے۔ دوسرا شخص وہ مؤمن ہے جس کے اعمال ملے جلے ہوں کہ اُس نے کچھ نیک عمل کیے ہوں اور کچھ بُرے عمل، اُس نے اپنی جان و مال کے ساتھ خدا کی راہ میں جہاد کیا۔ پھر جب دُشمن سے اُس کی مڈبھیڑ ہوئی تو وہ (پوری بہادری وشجاعت کے ساتھ) لڑا یہاں تک کہ مارا گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس کے بارہ میں فرمایا اِس کی شہادت پاک کرنے والی ہے جس نے اِس کے گناہوں کو مٹادیا ہے اور اِس میں کوئی شک نہیں کہ تلوار خطاؤں کو بہت زیادہ مٹانے والی ہے۔ یہ وہ شہید ہے کہ جس دروازہ سے جانا چاہے گا جنت میں داخل کیا جائے گا۔ اور تیسرا شخص منافق ہے کہ (اگرچہ) اِس نے بھی اپنی جان و مال کے ساتھ جہاد کیا اور جب دُشمن سے اُس کی مڈبھیڑ ہوئی تو خوب لڑا یہاں تک کہ مارا گیا لیکن یہ شخص دوزخ میں جائے گا کیونکہ تلوار نفاق کو نہیں مٹاتی۔"

ایک تیر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرمائیں گے :

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ حُسَیْنٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اِنَّ اللّٰهَ لَیُدْخِلُ بِالسَّهْمِ الْوَاحِدِ ثَلٰثَةً الْجَنَّةَ صَانِعَهٗ یَحْتَسِبُ فِیْ صَنْعَتِهٖ الْخَیْرَ وَالرَّامِیَ بِهٖ وَالْمُمِدَّ بِهٖ . (ترمذی ج۱ص۲۱۳ ، باب ماجاء فی فضل الرمی فی سبیل اللّٰہ ، مشکٰوۃ ص ۳۳۷)

حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰنؒ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : بلاشبہ اللہ تعالیٰ (کل قیامت کے دن) ایک تیر کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔ ایک تو اُس تیر کے بنانے والے کو جبکہ وہ اپنے روزگار کے ساتھ ثواب کی

بھی اُمید رکھے۔ دُوسرے جہاد میں تیر چلانے والے کو اور تیسرے تیر چلانے والے کی مدد کرنے والے کو۔"

ف : تیر چلانے والے کی مدد کرنے والے سے مراد وہ بھی ہوسکتا ہے جو اُسے تیر پکڑائے اور وہ بھی ہوسکتا ہے جو چلے ہوئے تیر اُٹھا کر لا کے دے۔

اہل بیت کو خاص طور پر تین باتوں کا حکم :

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَبْدًا مَّامُوْرًا مَّا اخْتَصَّنَا دُوْنَ النَّاسِ بِشَیْءٍ اِلَّا بِثَلَاثٍ اَمَرَنَا اَنْ نُّسْبِغَ الْوُضُوْءَ وَاَنْ لَّا نَأْکُلَ الصَّدَقَةَ وَاَنْ لَّانُنْزِیْ حِمَارًا عَلٰی فَرَسٍ. (ترمذی ج۱ ص ۲۹۸ باب ما جاء فی کراھیة ان ینزی الحمر علی الخیل ، مشکوٰة ص ۳۴۷)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (اللہ کے) ایک مامور بندے تھے۔ آپ نے ہم کو (یعنی اپنے اہل بیت کو) دوسرے لوگوں سے الگ کر کے تین باتوں کے علاوہ اور کسی بات کا مخصوص طور پر حکم نہیں دیا۔ وہ تین باتیں یہ ہیں کہ (۱) ہم وضوء کو پورے طور پر (یعنی اچھی طرح سے) کیا کریں (۲) ہم صدقہ کا مال نہ کھائیں (۳) ہم گھوڑیوں پر گدھے نہ چھوڑیں۔

ف : حدیثِ پاک میں جو یہ فرمایا گیا کہ رسولِ اکرم ﷺ اللہ کے ایک مامور بندے تھے، اس کا مطلب (واللہ اعلم) یہ ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس بات کا حکم ہوتا تھا وہی کرتے تھے اپنی طرف سے نہ کوئی قانون بناتے تھے اور نہ اپنی خواہش نفس کے تحت کوئی حکم دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کسی بھی طبقہ و جماعت یا کسی بھی شخص و خاندان کے لیے خواہ وہ آپ کے نزدیک کتنا ہی محبوب کیوں نہ ہو الگ سے کسی چیز کا حکم دے کر اُس کو رَوا نہیں رکھتے تھے، جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ نے وضاحت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ہم اہل بیت کو بھی کسی چیز کا مخصوص طور پر حکم نہیں دیا۔ ہاں تین چیزیں ایسی ہیں جن

کے بارے میں اہل بیت کو خصوصی حکم دیا گیا ہے۔

گھوڑیوں سے خچر پیدا کرنے کے لیے اُن پر گدھے چھوڑنے سے اِس لیے منع فرمایا کہ اوّل تو اِس سے نسل کو قطع کرنا لازم آتا ہے۔ دُوسرے یہ ایک اچھی چیز کے بدلے ایک گھٹیا چیز چاہنا ہے کیونکہ گھوڑے کے مقابلہ میں خچر ایک ادنیٰ جانور ہے جو نہ گھوڑے کی طرح کارآمد ہوتا ہے اور نہ جہاد وغیرہ کے کام آتا ہے اِس لیے ایسا کرنا مکروہ قرار دیا گیا ہے۔

اِس موقع پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ صدقہ کا مال کھانے کا مسئلہ تو واضح ہے کہ اِس سے صرف اہل بیت کو منع کیا گیا ہے باقی اُمت اِس کے حکم میں داخل نہیں ہے لیکن باقی دو حکم (یعنی وضوء کو پورا کرنا اور گھوڑیوں پر گدھے نہ چھوڑنا) تو ایسے ہیں جن میں پوری اُمتِ مسلمہ داخل ہے کہ سارے ہی مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ وضوء کو پورا کریں اور اپنی گھوڑیوں پر گدھے نہ چھوڑیں پھر اِن دونوں چیزوں کو اہل بیت کے ساتھ مخصوص کرنا کیا معنیٰ رکھتا ہے؟ جواب یہ ہے کہ اِس سے مراد یا تو اِن دونوں چیزوں کو اہل بیت پر واجب و لازم کرنا ہے یا یہ کہ اِن احکام کو اہل بیت کے حق میں زیادہ سے زیادہ اہمیت اور تاکید کے ساتھ نافذ کرنا مقصد ہے۔

یاد رہے کہ یہ حدیثِ پاک اپنے مفہوم کے اعتبار سے رافضیوں کے اُس نظریہ کی واضح طور پر تردید کرتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے اہل بیت کو کچھ ایسے مخصوص علوم سے نوازا تھا جن میں باقی اُمت کا کوئی حصہ نہیں تھا۔

ماہِ صفر کے احکام اور جاہلانہ خیالات

﴿ حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب ﴾

ماہِ صفر......اسلام کا دُوسرا مہینہ :

ماہ ''صفر المظفر'' اسلامی اعتبار سے سال کا دُوسرا مہینہ ہے کیونکہ محرم الحرام کے مہینہ سے اسلامی سال شروع ہوتا ہے اور اُس کے ختم ہونے پر صفر کا مہینہ شروع ہو جاتا ہے۔

''صفر'' کے معنٰی :

''صفر'' تین حرفوں کا مجموعہ ہے یعنی صؔ، فؔ اور رؔ ۔اس کے معنٰی لُغت میں ''خالی'' ہونے کے ہیں۔

ماہِ صفر کا ''صفر'' نام رکھنے کی وجہ :

ماہِ صفر کو ''صفر'' کہنے کی ایک وجہ یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ صفر کے معنٰی لُغت میں خالی ہونے کے آتے ہیں اور اس مہینہ میں عرب کے لوگوں کے گھر عموماً خالی رہتے تھے، کیونکہ چار مہینوں (ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب) میں مذہبی طور پر اُن کو جنگ اور لڑائی نہ کرنے اور مذہبی عبادت انجام دینے کا بطورِ خاص پابند کیا گیا تھا اور محرم کا مہینہ گزرتے ہی اِس جنگجو قوم کے لیے مسلسل تین مہینوں کی یہ پابندی ختم ہو جاتی تھی لہٰذا وہ لوگ جنگ، لڑائی اور سفر میں چل دیتے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر بتغیر ج ۲ ص ۳۵۴)

ماہِ صفر کے ساتھ ''مظفّر'' لگانے کی وجہ :

عام طور پر صفر کے ساتھ مظفر یا خیر کا لفظ لگایا جاتا ہے یعنی کہا جاتا ہے ''صفر المظفر'' یا ''صفر الخیر''۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ مظفر کے معنٰی کامیابی و کامرانی والی چیز کے ہیں اور خیر کے معنی نیکی اور بھلائی کے ہیں۔ زمانۂ جاہلیت میں کیونکہ صفر کے مہینے کو منحوس مہینہ سمجھا جاتا تھا اور آج بھی اِس مہینہ کو بہت سے لوگ منحوس بلکہ آسمان سے بلائیں اور آفتیں نازل ہونے والا سمجھتے ہیں اور اِسی وجہ سے اِس مہینہ میں خوشی کی بہت سی چیزوں (مثلاً شادی بیاہ وغیرہ کی تقریبات) کو منحوس یا معیوب سمجھتے ہیں جبکہ اسلامی اعتبار سے اِس مہینہ سے کوئی نحوست وابستہ نہیں اور اِسی وجہ سے احادیثِ مبارکہ میں اِس مہینہ کے ساتھ نحوست وابستہ ہونے کی سختی

کے ساتھ تردید کی گئی ہے۔اس لیے صفر کے ساتھ ''مظفر'' یا ''خیر'' کا لفظ لگا کر ''صفر المظفر '' یا ''صفر الخیر'' کہا جاتا ہے تاکہ اِس کو منحوس اور شر و آفت والا مہینہ نہ سمجھا جائے بلکہ کامیابی والا اور بامراد نیز خیر کا مہینہ سمجھا جائے اور اس مہینے میں انجام دیئے جانیوالے کاموں کو نامراد اور منحوس سمجھنے کا تصور اور نظریہ ذہنوں سے نکل جائے۔

ماہِ صفر کے متعلق نحوست کا عقیدہ اور اُس کی تردید :

جیسا کہ پہلے گزر چکا کہ زمانۂ جاہلیت میں ماہِ صفر کے متعلق بکثرت مصیبتیں اور بلائیں نازل ہونے کا اعتقاد رکھا جاتا تھا۔اور آج مذہبی لوگوں نے بھی اس مہینہ کو مصیبتوں اور آفتوں سے بھرپور قرار دیا ہے حتی کہ لاکھوں کے حساب سے آفات اور بلیات کے نازل ہونے کی تعداد بھی نقل کردی ہے اور اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ (نعوذ باللہ) جلیل القدر انبیاء علیہم الصلوٰۃ السلام کو بھی اس مہینہ میں مبتلاءِ مصیبت ہونا قرار دیا ہے اور پھر خود ہی اُنہوں نے اِن مصیبتوں سے بچنے کے طریقے بھی ذکر کردیئے ہیں۔ یہ سب من گھڑت اور اپنی طرف سے بنائی ہوئی باتیں ہیں جن کی قرآن وحدیث ،صحابہ وتابعین ، ائمہ مجتہدین اور سلفِ صالحین میں سے کسی سے بھی کوئی صحیح سند نہیں کیونکہ قرآن وسنت کی رُو سے بنیادی طور پر خود نحوست اور اِس مہینہ میں مصیبتوں اور آفتوں کا نازل ہونا ہی باطل ہے بلکہ یہ جاہلیت کا ایجاد کردہ نظریہ ہے تو اِس پر جو بنیاد بھی رکھی جائے گی وہ یقیناً باطل اور غلط ہی ہوگی۔ رحمتِ عالم ﷺ نے اپنے صاف اور واضح اِرشادات کے ذریعے زمانۂ جاہلیت کے توہمات اور قیامت تک پیدا ہونیوالے تمام باطل خیالات اور صفر کے متعلق وجود میں آنے والے تمام نظریات کی تردید اور نفی فرمادی ہے اور اِس کے ساتھ ساتھ زمانۂ جاہلیت میں جن جن طریقوں سے نحوست ، بدفالی اور بدشگونی لی جاتی تھی اُن سب کی بھی مکمل طور پر نفی اور تمام مسلمانوں کو اِس قسم کے توہمات سے بچنے کی تاکید فرمادی ہے بلکہ وہ تمام اوہام وخرافات جن سے عرب کے مشرکین لرزہ براندام رہتے تھے اور جن کو وہ بذاتِ خود دُنیا کے نظام پر اثر ڈالنے والے اور دُنیا کے حالات کو بدلنے والے سمجھتے تھے، آنحضرت ﷺ نے اُن کا طلسم توڑ دیا اور اعلان فرمایا کہ اِن کی کوئی اصل نہیں۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا عدوٰی ولا طیرۃ ولا ھامۃ ولا صفر وفرمن المجذوم کما تفر من الاسد .(بخاری)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اِرشادفرمایا کہ ایک کی بیماری کا (اللہ کے حکم کے بغیر خود بخود) دُوسرے کولگ جانا، بدفالی اورنحوست اورصفر(کی نحوست وغیرہ) یہ سب باتیں بے حقیقت ہیں اور مجذوم (کوڑھی) شخص سے اِس طرح بچواور پرہیز کروجس طرح شیر سے بچتے ہو''۔

فائدہ : مجذوم (یعنی کوڑھی) شخص سے بچنے کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

عن ابی ھریرة رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لاعدوٰی ولا ھامة ولا نوءَ ولا صفر . (صحیح مسلم ، ابوداوٗد)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مرض کا (خود بخود بغیر حکمِ الٰہی کے) دُوسرے کولگ جانا، اُلّو، ستارہ اورصفر(کی نحوست وغیرہ) کی کوئی حقیقت نہیں (وہم پرستی کی باتیں ہیں)''۔

عن جابر رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا عدوٰی ولا غول ولا صفر . (مسلم)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشادفرمایا کہ مرض کا(خود بخود) لگ جانااورغول بیابانی اورصفر(کی نحوست) کی کوئی حقیقت نہیں''۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم العیافة والطیرة والطرق من الجبتِ (ابوداوٗد ، ابن ماجہ ، احمد)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پرندوں کی بولی ،اُن کے اُڑنے (یااُن کے نام)سے فال لینا اورکنکری پھینک کر (یا خط کھینچ کر) حال معلوم کرنا شیطانی کام (یا جادوکی قسم)ہے''۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لیس منّا من تطیر او تطیرلہٗ اوتکھن اوتکھن لہٗ او سحر اوسحرلہٗ ومن اتٰی کاھنا فصدّقہٗ بما یقول فقد کفر بما اُنزل علٰی محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم . (مسند بزار)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں جو خود بُری فال (بدشگونی) لے یا جس کے لیے بُری فال لی جائے ، یا جو خود کہانت کرائے یا جس کے لیے کہانت کرائی جائے، یا جو خود جادو کرے یا جس کے لیے جادو کیا جائے ، اور جو شخص کسی کاہن کے پاس آیا اور اُس کی باتوں کی تصدیق کی تو اُس نے محمد ﷺ پر نازل شدہ چیز (قرآن وشریعت) کا (ایک طرح سے) کفر کیا''۔

فائدہ : مذکورہ احادیث میں بیان کی ہوئی چیزوں کی مزید وضاحت انشاء اللہ تعالیٰ آگے آئے گی۔ خلاصہ یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں یہ تمام خیالات باطل ہیں بلکہ نقل کے خلاف ہونے کے علاوہ عقل کے بھی خلاف ہیں۔

ماہِ صفر سے متعلق بعض روایات کا تحقیقی جائزہ :

من گھڑت اور ایجاد کردہ باتوں کی کوئی بنیاد تو ہوتی نہیں لیکن جب جاہلوں یا اُن کے گمراہ کن رہنماؤں سے اِن باتوں کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے جو عوام میں مشہور ہوگئی ہیں تو وہ من گھڑت روایتیں اور غلط سلط دلیلیں پیش کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ چنانچہ صفر کے مہینے کے منحوس ہونے کے متعلق بھی اِسی قسم کی ایک روایت پیش کی جاتی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں :

من بشرنی بخروج صفر بشرته بالجنة. (موضوعات ملا علی قاریؒ ص ۶۹)

''جو شخص مجھے (یعنی بقول اُن لوگوں کے حضور ﷺ کو) صفر کے مہینے کے ختم ہونے کی خوشخبری دے گا میں اُس کو جنت کی بشارت دوں گا''۔

اس روایت سے یہ لوگ صفر کے مہینہ کے منحوس اور نامراد ہونے کی دلیل پکڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صفر میں نحوست تھی اِسی لیے تو نبی ﷺ نے صفر صحیح سلامت گزرنے پر جنت کی بشارت دی ہے۔

اس سلسلے میں یاد رکھنا چاہیے کہ اول تو یہ حدیث ہی صحیح نہیں بلکہ من گھڑت اور موضوع ہے۔ یعنی حضور ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ اِس کا ثبوت نہیں بلکہ بعد کے لوگوں نے خود گھڑ کر اِس کی نسبت آپ ﷺ کی طرف کر دی ہے، چنانچہ خود ملا علی قاری رحمہ اللہ جو بہت بڑے جلیل القدر محدث ہیں وہ اسے اپنی کتاب

''الموضوعات الکبیر'' میں درج فرما کر اِس کو بے بنیاد اور بے اصل قرار دے رہے ہیں۔ دُوسرے اس من گھڑت روایت کے مقابلے میں بے شمار صحیح احادیث صفر کے منحوس اور نامراد ہونے کی نفی کر رہی ہیں لہٰذا صحیح احادیث کے مقابلہ میں موضوع (من گھڑت) روایت پیش کرنا کسی طرح بھی صحیح نہیں۔ تیسرے بذاتِ خود اس روایت میں صفر کے مہینہ کے منحوس ہونے کی کوئی دلیل بلکہ اِشارہ تک بھی نہیں، لہٰذا اِس روایت کے الفاظ سے صفر کے مہینے کو منحوس سمجھنا صرف اپنا اختراع اور خیال ہے، چنانچہ اس روایت کے الفاظ پر غور کرنے سے ہر صاحبِ عقل اِس بات کو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ چوتھے تھوڑی دیر کے لیے اِس روایت کے موضوع اور من گھڑت ہونے سے نظر ہٹا کر دُوسرے قواعد کو سامنے رکھتے ہوئے اگر غور کیا جائے تو اِس کا صحیح مطلب اُن لوگوں کے بالکل خلاف جاتا ہے، چنانچہ اِس کا صحیح مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا وصال ربیع الاول کے مہینے میں ہونے والا تھا اور آپ ﷺ وصال کے بعد اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے مشتاق تھے جس کی وجہ سے آپ کو ماہِ صفر کے گزرنے اور ربیع الاول کے شروع ہونے کی خبر کا انتظار تھا اور ایسی خبر لانے پر آپ ﷺ نے اِس بشارت کو مرتب فرمایا۔ تصوف کی بعض کتابوں میں اِسی مقصد کے لیے اِس روایت کو ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اِس روایت کا صفر کی نحوست سے دُور کا بھی تعلق نہیں بلکہ یہ مضمون اور مفہوم خود ساختہ ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ایک صورت میں خود یہ روایت خود ساختہ ہے اور دُوسری صورت میں اِس کا مضمون خود ساختہ ہے۔ کسی پہلو سے بھی اِس روایت سے صفر کے مہینہ کا منحوس ہونا ثابت نہیں ہوتا (ماخوذ از ''بدشگونیاں، بدفالیاں اور توہمات'' از مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب بتغیر واضافہ)۔

ماہِ صفر کے آخری بدھ کی شرعی حیثیت اور اُس سے متعلق بدعات :

بہت سے لوگ ماہِ صفر کی آخری بدھ کو بہت زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ اس کو ''سیر بدھ'' کے نام سے مشہور کیا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ صفر کے آخری بدھ کو آنحضرت ﷺ نے غسلِ صحت فرمایا تھا اور سیر تفریح فرمائی تھی۔ اسی لیے بعض ناواقف اور سادہ لوح مسلمان مرد اور عورتیں اِس دن باغات اور سیر گاہوں میں سیر و تفریح کے لیے جاتے ہیں۔ شرینی اور چُوری تقسیم کرتے ہیں، بعض علاقوں میں گھونگنیاں (پکے ہوئے چنے) تقسیم کرتے ہیں۔ عمدہ قسم کے کھانے پکانے کا اہتمام کرتے ہیں اِس دن خوشی و تہوار مناتے ہیں۔

کاریگراور مزدور کام نہیں کرتے ، اپنے مالک سے مٹھائی کا مطالبہ کرتے ہیں ۔بعض مکتبوں میں بھی اِس دن چھٹی کی جاتی ہے۔اور اِس سلسلے میں ایک شعر بھی گھڑلیا ہے، جس کا مضمون یہ ہے۔

آخری چہار شنبہ آیا ہے غسلِ صحت نبی نے پایا ہے

حالانکہ یہ تمام باتیں من گھڑت ہیں اسلامی اعتبار سے ماہِ صفر کی آخری بدھ کی کوئی خاص اہمیت اور اِس دن شریعت کی طرف سے کوئی خاص عمل مقرر نہیں ہے ۔اِس سلسلہ میں ایک لطیفہ بھی منقول ہے کہ ایک نواب زادے نے اپنے اُستاد سے اس تاریخ میں عیدی مانگی ۔انہوں نے شعر کے انداز میں اِس عیدی کو بہت اچھے طریقے پر رَد کردیا ۔

آخری چہار شنبہ ماہِ صفر ہست چوں چہار شنبہ ہائے دِگر
نہ حدیثی شد درآں وارد نہ درو عید کرد پیغمبر

''صفر کے مہینے کا آخری بدھ دُوسرے مہینوں کے آخری بدھ کی طرح ہے اِس بارے میں کوئی خاص حدیث یا واقعہ ثابت نہیں اور نہ ہی اِس میں نبی ﷺ نے کوئی عید منائی ہے''۔(زوال السنۃ عن اعمال السنۃ ص ۸)

بعض لوگ اِس دن گھروں میں اگر مٹی کے برتن ہوں تو اُن کو توڑ دیتے ہیں ۔اِسی دن بعض لوگ چاندی کے چھلے اور تعویزات بنا کر مختلف مصیبتوں خاص کر صفر کی نحوست سے بچنے کی غرض سے پہنا کرتے ہیں، یہ چیزیں بھی توہم پرستی میں داخل ہیں۔

لہٰذا اِس دن کاریگر اور مزدوروں کا خاص اہتمام سے چھٹی کرنا بے اصل ہے اور مزدوروں کا مالک سے مٹھائی وغیرہ کا مطالبہ کرنا صحیح نہیں اور اِس دن کو دُوسرے دنوں کی بہ نسبت زیادہ فضیلت اور ثواب والا سمجھنا بدعت ہے ۔اور اِس دن برتن وغیرہ توڑنا اور مصیبتوں اور نحوست سے بچنے کے لیے چھلے اور تعویذ بنانا بھی شرعاً منع ہے کیونکہ یہ سب چیزیں قرآن وسنت ،صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ، تابعین ، ائمہ مجتہدین اور سلفِ صالحین کسی سے ثابت نہیں ۔ یہ سب بعد کے لوگوں کی ایجاد ہے اور اپنی طرف سے دین میں ایک نیا اضافہ ہے جو خالص بدعت اور واجب الترک ہے۔

اس دن آنحضرت ﷺ کا غسلِ صحت فرمانا کہیں ثابت نہیں بلکہ اِس دن تو رحمتِ عالم ﷺ

کی اُس بیماری کی ابتدا ہوئی تھی جس میں آپ کا وصالِ مبارک ہوا۔ اِس بارے میں مسلمانوں کے بڑے بڑے سلسلے اور مکتبۂ فکر کے حضرات متفق ہیں کہ آخری چہار شنبہ (یعنی صفر کی آخری بدھ) کے روز رحمتِ عالم ﷺ کے مرضِ وفات کا آغاز ہوا تھا۔ چند حوالے جات ملاحظہ ہوں :

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں :

''۲۸؍صفر ۱۱؍ھ چہار شنبہ (بدھ) کی رات میں آپ ﷺ نے قبرستان بقیع غرقد میں تشریف لے جا کر اہلِ قبور کے لیے دُعائے مغفرت کی ۔ وہاں سے تشریف لائے تو سر میں درد تھا اور پھر بخار ہوگیا اور یہ بخار صحیح روایات کے مطابق تیرہ روز تک متواتر رہا اور اِسی حالت میں وفات ہوگئ'' ۔(ملاحظہ ہو''سیرتِ خاتم الانبیاء'' ص ۱۴۱)

فقیہِ وقت حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں :

''آخری چہار شنبہ کی کوئی اصل نہیں بلکہ اِس دن میں جناب رسول اللہ ﷺ کو شدتِ مرض واقع ہوئی تھی تو یہودیوں نے خوشی کی تھی ۔ وہ اب جاہل ہندوؤں میں رائج ہوگئی۔ نعوذ باللہ من شرورِ انفسنا ومن سیئاتِ اعمالنا'' ۔(فتاوٰی رشیدیہ ص ۱۵)

بریلوی مکتبہ فکر کے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب کا فتوٰی :

''آخری چہار شنبہ کی کوئی اصل نہیں، نہ اِس دن صحت یابی حضور سیّد عالم ﷺ کا کوئی ثبوت ہے ۔ بلکہ مرضِ اقدس جس میں وفات ہوئی اُس کی ابتداء اِسی دن سے بتائی جاتی ہے''۔(احکامِ شریعت ج ۳ ص ۱۸۳)

بریلوی مکتبۂ فکر کے ایک دُوسرے عالم مولانا امجد علی صاحب تحریر کرتے ہیں :

''ماہِ صفر کا آخری چہار شنبہ ہندوستان میں بہت منایا جاتا ہے۔ لوگ اپنے کاروبار بند کر دیتے ہیں۔ سیر و تفریح اور شکار کو جاتے ہیں پوریاں پکتی ہیں اور نہاتے دھوتے ہیں، خوشیاں مناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اِس روز غسلِ صحت فرمایا تھا اور بیرونِ مدینہ سیر کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ یہ سب باتیں بے اصل ہیں۔ بلکہ اِن دنوں میں حضور اکرم ﷺ کا مرض شدت کے ساتھ تھا، لوگوں کو جو باتیں

بتائی ہوئی ہیں، سب خلافِ واقع ہیں''۔(بہارِ شریعت ج ۱۶ ص ۲۴۲)

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کُل تیرہ دن بیمار رہے ہیں اور اِس پر بھی سب متفق ہیں کہ آپ ﷺ نے پیر کے روز وصال فرمایا ہے۔ اِس حساب سے اگر دیکھا جائے تو آپ ﷺ کے مرضِ وفات کا دن بدھ ہی بنتا ہے۔ اس طرح سے کہ بدھ سے دُوسرے بدھ تک آٹھ دن اور جمعرات سے پیر تک پانچ دن (۸+۵=۱۳) لہٰذا مرضِ وفات کا آغاز بالاتفاق بدھ ہی کا دن ہوا۔ مذکورہ حوالے جات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ صفر کے مہینے کا آخری بدھ رسول اللہ ﷺ کے مرضِ وفات کے آغاز کا دن تھا نہ کہ صحت یابی کا۔ اور آپ ﷺ کے مرضِ وفات پر خوشی کیسی؟

درحقیقت بات یہ ہے کہ آخری چہار شنبہ یہودیوں اور ایرانی مجوسیوں کی رسم ہے جو ایران سے منتقل ہو کر ہندوستان میں آئی ہے اور یہاں کے بے دین بادشاہوں نے اِسے پروان چڑھایا (ملاحظہ ہو ''دائرہ معارف اسلامیہ'' پنجاب یونیورسٹی ج ۱ ص ۱۸)

یہود کو آنحضرت ﷺ کے شدتِ مرض سے خوشی ہونا بالکل ظاہر اور اُن کی عداوت اور شقاوت کا تقاضہ ہے۔(فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۴۱۲)

لہٰذا یہ یہود و ہنود کی خوشی کا دن تو ہوسکتا ہے مسلمانوں کا نہیں۔ مسلمانوں کا اِسے بطورِ خوشی منانا سخت بے غیرتی اور بے ادبی ہے۔ مسلمانوں کا اِس دن مٹھائی تقسیم کرنا اگرچہ آنحضرت ﷺ کے شدت مرض کی خوشی میں یا یہود کی موافقت کرنے کی نیت سے نہ ہو لیکن بہر حال یہ طریقہ غلط ہے، اِس سے بچنا لازم ہے۔ بغیر نیت کے بھی یہود کی موافقت کا طریقہ اختیار نہیں کرنا چاہیے۔

مسلمانوں کو سوچنا چاہیے کہ وہ اِس یہودیانہ و مجوسیانہ اور ہندوانہ رسم کو اپنا کر کہیں حضور اکرم ﷺ کے مرضِ وفات کا جشن منانے میں یہود و ہنود کی صورتاً موافقت تو نہیں کر رہے؟

(ماخوذ از : ''ماہِ صفر کے احکام اور جاہلانہ خیالات'' مرتبہ : مولانا مفتی محمد رضوان صاحب)

آہ فقیہ العصر حضرت مولانا
مفتی محمد عبد الستار صاحب قدس سرہٗ

﴿ جناب مولانا غلام مصطفٰی صاحب قاسمی ﴾

میرے ساقی تجھے روئے گا زمانہ برسوں
محفلِ علم میں گونجے گا فسانہ برسوں

تیرے قربان تری خدمت دیں کے صدقے
کیا فقاہت کا لُٹایا ہے خزانہ برسوں

دیکھ کر حکمت و تدبیرِ خداداد تیری
حاکمِ وقت بھی ڈھونڈے گا بہانہ برسوں

وہ تیری چشم حسیں وہ کہ عجب نقش جبیں
یاد آئے گا تیرا حسنِ یگانہ برسوں

جاتے جاتے ذرا تم رُخ سے اُٹھادیتے نقاب
یاد تڑپائے گی اَب روز و شبانہ برسوں

تیری تصویر مُزَیّن تھی ہزاروں رنگ سے
تیری تصویر کو ترسے گا زمانہ برسوں

تیرے در تک ہمیں اے کاش رسائی ہوتی
کاش ہوتا تیرے پہلو میں ٹھکانہ برسوں

خار و گل، سَرو و سیمین سب ہیں تیرے قدر شناس
ایک گلچیں ہی رہا تجھ سے بیگانہ برسوں

دیکھ کس شان سے اُٹھا ہے جنازہ تیرا
ایسی بارات نہ دیکھیں گے شہانہ برسوں

عہد کر لو کہ بہ ایصالِ ثواب حضرتؒ
سورۃ یٰسین پڑھیں اور دوگانہ برسوں

نہ ہوا دوستو پر قاسمی سا ذوق نصیب
سر پٹختے رہے ابنائے زمانہ برسوں

بسنت کا تہوار

﴿ جناب مولانا محمود الرّشید حدوٹی ﴾

بسنت ہندوستانی زبان سنسکرت کا لفظ ہے، جس کے معنی ''بہار'' کے ہیں یعنی جب موسم بہار شروع ہوتا ہے تو ہندو یہ تہوار پتنگیں اُڑا کر مناتے ہیں۔ فیروزُ اللغات اُردو میں بسنت کا معنی یہ لکھا ہے : (۱) بہار کا موسم، موسم بہار کا ایک تہوار (۲) بسنت کے موسم میں گائے جانے والے گیت (۳) سری راگ کی چوتھی راگنی (۴) ستیلا چیچک (۵) سرسوں کے کِھلے ہوئے زرد رنگ کے پھول۔

ہندوؤں کا تہوار ملک بھر میں بلکہ دُنیا بھر میں عام ہو رہا ہے، پاکستان میں ہندوؤں سے بھی زیادہ اہتمام کے ساتھ منایا جاتا ہے، کروڑوں روپے کی پتنگیں اور ڈوریں استعمال کی جاتی ہیں، فلمی دُنیا اور مغرب زدہ عورتیں بھی اِس میں خوب حصہ لیتی ہیں، بڑے بڑے سیاستدان اپنے دوستوں کے ہمراہ بسنت منانے کے لیے ایک شہر سے دُوسرے شہر کا رُخ کرتے ہیں، بسنت کے تہوار کا رونق میلہ بڑھانے کے لیے باقاعدہ نقل وحرکت شروع ہو جاتی ہے۔

عید بسنت :

مسلمانوں کے تو دو ہی تہوار ہیں ایک ''عید الفطر'' اور دُوسرا ''عید الاضحیٰ''، لیکن ہندوؤں کی جہد وکاوش سے اب ''بسنت'' کی اہمیت بھی عید کی طرح سمجھی اور بیان کی جا رہی ہے۔

علامہ ابو ریحان محمد البیرونی رحمۃ اللہ علیہ اپنی ''کتاب الہند'' میں ہندوؤں کی عیدوں اور میلوں کے تذکرہ میں رقمطراز ہیں :

> ''اس مہینے میں استواء ربیعی ہوتا ہے، جس کا نام بسنت ہے، ہندو لوگ حساب سے اُس وقت کا پتہ لگا کر اُس دن عید کرتے ہیں اور برہمنوں کو کھانا کھلاتے اور جیٹھ کے پہلے دن جو اجتماعی (یعنی اماوس) کا دن ہے، عید کرتے ہیں، اور نیا غلہ تبرکاً پانی میں ڈالتے ہیں۔'' (کتاب الہند البیرونی ص ۳۶۷ بحوالہ غیر اسلامی تہوار ص ۹)

پتنگ بازی کی خرابیاں :

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ' نے قرآن وسنت اور عقل سلیم کی روشنی میں اِس کھیل کی جو خرابیاں بیان کی ہیں وہ ہم کچھ اضافہ، کمی اور ترمیم کے ساتھ اپنے الفاظ میں بیان کرتے ہیں :

(۱) پتنگ کے پیچھے دوڑنا : اِس کا وہی حکم ہے جو کبوتر کے پیچھے دوڑنے کا ہے، جس میں رسول اللہ ﷺ نے دوڑنے والے کو شیطان فرمایا ہے۔ (مسند احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف ص ۳۸۶)

(۲) دُوسروں کی پتنگ لُوٹنا : رسول اللہ ﷺ کا اِرشاد ہے جسے بخاری و مسلم نے نقل کیا ''نہیں لُوٹتا کوئی شخص اِس طرح لُوٹنا کہ لوگ اُس کی طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھتے ہوں اور وہ پھر بھی مومن رہے۔'' یعنی دوسروں کی چیز لُوٹنا ایمان کے منافی ہے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ پتنگ لُوٹنے میں مالک کی اجازت ہوتی ہے اِس لیے حدیث شریف کی وعید کا اِس سے تعلق نہیں تو اِس کا جواب یہ ہے کہ مالک کی اجازت ہرگز نہیں ہوتی چونکہ عام رواج اِس کا ہورہا ہے اس لیے خاموش ہوجاتا ہے دل سے ہرگز رضامند اور خوش نہیں۔ اگر اِس کا بس چلے تو وہ خود دَوڑے اور کسی کو اپنی پتنگ نہ لُوٹنے دے۔ یہی وجہ ہے کہ پتنگ کٹ جانے کے بعد آدمی جلدی جلدی ڈور کھینچتا ہے کہ جو ہاتھ لگ جائے غنیمت ہے۔

(۳) ڈور لُوٹ لینا : ڈور لُوٹنے میں پتنگ لُوٹنے سے زیادہ قباحت ہے کیونکہ پتنگ تو ایک ہی آدمی کے ہاتھ آتی ہے اور ڈور کئی لوگوں کے ہاتھ لگتی ہے۔ بہت سے آدمی گناہ میں شریک ہوتے ہیں اور اُن تمام آدمیوں کے گناہ گار ہونے کا باعث وہی پتنگ اُڑانے والا ہوتا ہے اور مسلم شریف کی ایک حدیث کے مطابق اِن سب کے برابر اِس اکیلے اُڑانے والے کو گناہ ہوتا ہے۔

(۴) دُوسرے کو نقصان پہنچانے کی نیت : اس پتنگ بازی میں ہر شخص کی یہ نیت اور کوشش ہوتی ہے کہ دُوسرے کی پتنگ کاٹ دوں اور اُس کا نقصان کردُوں، حالانکہ مسلمان کو نقصان پہنچانا حرام ہے اور اِس حرام فعل کی نیت سے دونوں (یعنی کاٹنے والا اور کٹوانے والا) گناہ گار ہوتے ہیں۔

(۵) نماز اور خدا کی یاد سے غافل ہوجانا : یہ وہ بات ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں شراب اور جوئے کے حرام ہونے کی علت بتائی ہے۔ (دیکھیں سورۂ مائدہ آیت ۹۱)

(۶) بے پردگی ہونا : بالعموم پتنگ بازی چھتوں پر چڑھ کر کی جاتی ہے جس سے قرب و جوار

کے پڑوسیوں کو تکلیف پہنچتی ہے اور بے پردگی علیحدہ ہوتی ہے۔

(۷) جانی نقصان : پتنگ بازی کے دَوران چھت سے گر کر مرنے یا ہاتھ ٹوٹنے کی خبریں اخبارات میں چھپتی رہتی ہیں۔ اِسی طرح پتنگ یا ڈور لُوٹنے کے دوران ٹریفک کے حادثات بھی اب بکثرت ہونے لگے ہیں۔ بعض کی خبریں اخبارات میں چھپتی رہتی ہیں اور بہت سے واقعات نامہ نگاروں تک بھی نہیں پہنچ پاتے۔ جس کھیل میں انسانی جان ضائع ہونے لگے اُسے کھیل کہنا عقل کے خلاف ہے۔ رسول اللہ ﷺ تو ہم پر اِس قدر مہربان ہیں کہ جس چھت پر منڈیر نہ ہو اُس چھت پر سونے سے منع فرمایا کہ مبادا اَچانک اُٹھ کر چلنے سے نیچے گر پڑے اور جانی نقصان ہو جائے تو اِس کھیل کی کیوں ممانعت نہ ہو گی جس میں اب آئے دن جانی نقصان ہوتا رہتا ہے۔

(۸) مالی نقصان : پتنگ بازی میں قوم کا کروڑوں روپیہ بلا وجہ ضائع ہو جاتا ہے۔ پتنگ ڈور تو مہنگی ہوتی ہی ہے اب اِس کے ساتھ لائٹنگ، لاؤڈ اسپیکر، دعوت وغیرہ کے التزامات مستزاد ہونے لگے ہیں۔

(۹) دیگر گناہ : اِن سابقہ خرابیوں کے علاوہ اب ہمارے دَور میں پتنگ بازی کے موقع پر ہوائی فائرنگ، لاؤڈ اسپیکر پر نعرہ بازی، گانا بجانا، مرد عورتوں کا مخلوط اجتماع بھی بکثرت ہونے لگا ہے۔ ان میں ہر کام بذاتِ خود ناجائز ہے اور جو کھیل اِن سب گناہوں پر مشتمل ہو اُس کے جائز ہونے کا کیا سوال ہے؟

(۱۰) سابقہ وجوہات کی بناء پر فقہاء کرام رحمہم اللہ پتنگ بازی کو ناجائز قرار دیتے ہیں یعنی موجودہ صورت میں پتنگ اُڑانا، پتنگ لُوٹنا، ڈور لُوٹنا، پتنگ بیچنا، خریدنا سب ناجائز ہے حتی کہ اِس پیشہ سے تعلق رکھنے والے حضرات کو کوئی دوسرا جائز پیشہ اختیار کرنا ضروری ہے جسکی آمدنی شرعاً حلال ہو۔ (کھیل و تفریح کا شرعی حکم)

شریعت کیا کہتی ہے ؟

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب حضرت نبی اکرم ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچے، یہاں اہل مدینہ دو تہوار منایا کرتے تھے، ان میں کھیل تماشے کیا کرتے تھے، آپ ﷺ نے اُن سے پوچھا کہ یہ تہوار جو تم مناتے ہو اِن کی حقیقت کیا ہے؟ اُنہوں نے عرض کیا کہ ہم جاہلیت میں یہ تہوار منایا کرتے تھے، آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اِن دو تہواروں کے بدلے میں اِن

سے بہتر دو دِن تمہارے لیے مقرر کیے ہیں اور وہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن ہیں۔ (ابوداؤد) اس روایت میں بتایا کہ مسلمانوں کو اُن تہواروں سے روک دیا گیا جو زمانہ جاہلیت میں وہ منایا کرتے تھے۔

(۲) صحیح بخاری شریف کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی اُس کا حشر اُسی قوم کے ساتھ ہوگا۔ اِس حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں چاہیے کہ اِس ہندووانہ رسم کو نہ صرف خود چھوڑیں بلکہ اِس کی ڈٹ کر مخالفت بھی کریں۔

(۳) صحیح بخاری شریف ہی کی ایک دوسری روایت ہے جس میں حضرت نبی اکرم ﷺ نے یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اِن کی مخالفت کرو، ڈاڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں چھوٹی کرو، جب یہود و نصاریٰ کی مخالفت کا حکم دیا گیا تو اِس میں یہی حکمت کارفرما تھی کہ مسلمان اُن کے ساتھ مشابہت نہ رکھیں بلکہ مسلمان کو اُن سے ممتاز اور علیحدہ رہنا چاہیے، یہود کی طرح ہنود کی رسم بد کو بھی بیخ و بن سے اُکھاڑ پھینکنا چاہیے۔

(۴) مسلم شریف کی ایک روایت میں مسلمانوں کو اہل کتاب کے ساتھ معمولی سی مشابہت رکھنے سے بھی روک دیا گیا ہے، عمرو بن العاصؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں کے درمیان فرق سحری کھانا ہے، اہل کتاب دن رات کا روزہ رکھتے ہیں، سحری نہیں کھاتے، اس لیے فرمایا گیا کہ تم سحری کھایا کرو۔

(۵) حضرت نبی اکرم ﷺ نے اِرشاد فرمایا پانچ چیزوں کو پانچ سے پہلے غنیمت سمجھو، جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، صحت کو بیماری سے پہلے، مالداری کو فقیری سے پہلے، فراغت کو مشغولیت سے پہلے اور اپنی زندگی کو موت سے پہلے۔ (مشکوٰۃ شریف)

اس مقام پر فراغت کو مشغولیت سے پہلے غنیمت سمجھنے کا حکم دیا گیا۔ اِس فراغت کو غنیمت سمجھنے کا مطلب اپنے کو ہر دم یادِ خدا میں مشغول رکھنا ہے، لہو و لعب اور پتنگ بازی میں اِس فراغت کا استعمال وقت کا زیاں ہے۔ اگر انسان یونہی فضول کاموں میں وقت ضائع کرے گا تو بارگاہ رب العالمین میں اِس کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

(۶) لاکھوں روپے کے پتنگ اور ڈوریں استعمال کی جاتی ہیں، جن کا دُنیوی فائدہ ہے اور

نہ ہی اُخروی، سوائے فضول خرچی کے اِسے کوئی دوسرا نام نہیں دیا جاسکتا اور فضول خرچی کرنے والے کو رب العالمین نے شیطان کا بھائی قرار دیا ہے۔ اس لیے برادرِ شیطان کہلوانے سے بہتر ہے کہ مسلمان اِس کام کو ترک کردیں۔

(۷) بارگاہِ ایزدی میں انسان سے یہ سوال بالکل نہیں پوچھا جائے گا کہ اُس نے کتنی پتنگیں اُڑائی تھیں اور کتنے پیچ لڑائے تھے اور کتنوں کے پتنگ کاٹے تھے، اس کے برعکس بارگاہِ خداوندی سے ابن آدم کو اُس وقت تک ملنے نہیں دیا جائے گا جب تک اُس سے یہ نہ پوچھ لیا جائے کہ : اُس نے عمر کہاں گزاری؟ جوانی کہاں برباد کی؟ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ علم پر کتنا عمل کیا؟

(۸) پتنگ بازی کا مشغلہ انسان کو یادِ خدا سے غافل کردیتا ہے، اس لیے ہر اُس تفریح اور مشغلہ کو باطل قرار دیا گیا جو یادِ حق سے غافل کردے۔

(۹) اسلامی تعلیمات میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دُوسرے مسلمان محفوظ رہیں، لیکن پتنگ بازی میں اِس کے برعکس ہوتا ہے، جس کی پتنگ کٹتی ہے اُسے غصہ آتا ہے وہ بڑبڑاتا ہے پھر جو کچھ منہ میں آتا ہے وہ کہتا ہے، اِسی طرح بسا اوقات بات طول پکڑ جاتی ہے تو ہاتھ بھی استعمال ہوجاتے ہیں جس سے دُوسرے مسلمان کو تکلیف پہنچتی ہے۔

(۱۰) حضرت نبی اکرم ﷺ نے کنکریاں پھینکنے سے منع کیا ہے، اِس ممانعت کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ نہ اِس سے شکار ہوسکتا ہے اور نہ اِس سے دشمن زخمی ہوسکتا ہے۔ البتہ یہ کنکری دانت توڑ سکتی ہے یا آنکھ پھوڑ سکتی ہے، اِسی طرح پتنگ بازی سے انسانی جسم و جان کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا، اور نہ ہی ایسا کھیل ہے جس سے جہادی کام کیا جاسکے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح بات سمجھنے اور اُس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

❁ ❁ ❁

بقیہ : دینی مسائل

مسئلہ : مزنیہ کے اُصول وفروع زانی کے اُصول وفروع کے لیے حلال ہوتے ہیں۔

مسئلہ : ایک باپ بیٹے ہوں اور کوئی اور ماں بیٹی ہوں تو یہ جائز ہے کہ باپ عورت سے نکاح کرلے اور بیٹا اُس کی بیٹی سے نکاح کرلے۔ (جاری ہے)

وفیات

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

☆ ۲۱ رجنوری کو مہتمم جامعہ المرکزی الاسلامی بنوں اور ممبر قومی اسمبلی حضرت مولانا سید نصیب علی شاہ صاحب اچانک حرکتِ قلب بند ہوجانے سے وفات پاگئے۔ مولانا صوبہ سرحد کی معروف علمی اور سیاسی شخصیت تھیں۔ اللہ تعالیٰ مولانا کی وفات سے پیدا ہونے والا خلاء جلد پورا فرمائے اور اُن کی خدمات کو قبول فرماکر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام اور پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔

☆ گزشتہ ماہ کی ۱۳ تاریخ کو لاہور میں چوہدری ظفر صاحب، چوہدری سلیم صاحب اور چوہدری ندیم صاحب کی والدہ محترمہ عارضہ قلب کی وجہ سے وفات پاگئیں۔ مرحومہ بہت نیک اور پابند صوم وصلوٰۃ تھیں۔ قرآنِ پاک کی کثرت سے تلاوت اُن کا روز کا معمول تھا۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرماکر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے اور اُن کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق نصیب ہو، آمین۔

☆ جامعہ مدنیہ جدید کے مخلص محترم الحاج خرم کرامت صاحب کی ہمشیرہ اور حاجی شیر محمد صاحب کی والدہ ۲۴ رجنوری کو طویل علالت کے بعد وفات پاگئیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں مقامِ عالی عطاء فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق نصیب ہو۔

☆ مدرسہ امدادیہ لاہور کے مہتمم قاری رضی الرحمٰن صاحب بھی گزشتہ ماہ کی ۱۳ تاریخ کو قلب کے عارضہ کی وجہ سے وفات پاگئے۔ قاری صاحب دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ اللہ تعالیٰ قاری صاحب کی مغفرت فرماکر آخرت کے بلند درجات عطاء فرمائے اور اُن کے پسماندگان کو صبر جمیل عطاء ہو، آمین۔

☆ بھائی مصطفیٰ کمال صاحب کے بڑے بھائی محمد آصف صاحب، شعیب صاحب کی ڈیڑھ سالہ بچی، اَرسل امین صاحب اور ذیشان امین صاحب کے جواں سال بھتیجے بھی گزشتہ ماہ وفات پاگئے۔

جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہ حامدیہ میں جملہ مرحومین کے لیے ایصال ثواب اور دُعائے مغفرت کرائی گئی، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

دینی مسائل

﴿ نکاح کا بیان ﴾

جن لوگوں سے نکاح کرنا حرام ہے :

کسی سے نکاح کرنا حرام ہوا، اُس کے یہ اسباب ہیں : (۱) قرابت (۲) مصاہرت (۳) دو مُحرِموں کو نکاح میں جمع کرنا (۴) رضاعت (۵) کسی کے نکاح میں ہونا (۶) کسی کی عدت میں ہونا (۷) مرد کے نکاح یا عدت میں چار عورتوں کا ہونا (۸) دین کا اختلاف۔

1- قرابت :

مندرجہ ذیل قرابت داروں کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں :

۱۔ اپنے فروع کے ساتھ یعنی اپنی بیٹی کے ساتھ اور پوتی پڑپوتی سکڑپوتی اور اِسی طرح نواسی وغیرہ کے ساتھ نکاح دُرست نہیں۔

۲۔ اپنے اُصول کے ساتھ یعنی اپنی ماں نانی پر نانی اور دادی پڑدادی وغیرہ کے ساتھ نکاح دُرست نہیں۔

۳۔ اپنے والدین کے فروع کے ساتھ یعنی اپنی بہنوں کے ساتھ اور اپنی بھتیجی بھانجی کے ساتھ اور اُن کی بیٹیوں کے ساتھ نکاح دُرست نہیں۔

۴۔ اپنے اَجداد کی ایک پشت تک فروع یعنی پھوپھی و خالہ کے ساتھ نکاح دُرست نہیں۔ البتہ اُن کی بیٹیوں یعنی پھوپھی زاد اور خالہ زاد بہن کے ساتھ نکاح دُرست ہے۔

مسئلہ : مردوں کی طرح عورتوں کے لیے بھی اِن رشتہ داروں سے نکاح کرنا حرام ہے۔

مسئلہ : شرع میں بہن یا بھائی وہ ہے جو ایک ماں باپ سے ہوں یا اُن دونوں کا باپ ایک ہو اور ماں دو ہوں یا دونوں کی ماں ایک ہو اور باپ دو ہوں۔

مسئلہ : لے پالک کا شرع میں کچھ اعتبار نہیں۔ لڑکا یا لڑکی بنانے سے وہ اپنی حقیقی اَولاد نہیں بن جاتی اِس لیے لے پالک سے نکاح دُرست ہے۔

مسئلہ : منہ بولے بہن بھائی یعنی وہ جن کا باپ بھی ہو اور ماں بھی اور ہو وہ حقیقی بہن بھائی نہیں، اِن سے نکاح دُرست ہے۔

مسئلہ : سگا ماموں نہیں ہے بلکہ کسی رشتہ سے ماموں لگتا ہے تو عورت کا اُس سے نکاح دُرست ہے۔ اِسی طرح اگر کسی دُور کے رشتہ سے چچا یا بھانجا یا بھتیجا ہو تو عورت کا اُس سے بھی نکاح دُرست ہے۔

2- مصاہرت :

مسئلہ : ساس اور ساس کی ماں دادی نانی وغیرہ سے نکاح دُرست نہیں چاہے اپنی بیوی کی رُخصتی کرا لایا ہو اور دونوں میاں بیوی ایک ساتھ رہے ہوں یا ابھی رُخصتی نہ کرائی ہو، ہر طرح حرام ہے۔

مسئلہ : بیوی کے ساتھ تنہائی ہو چکی ہو تو دُوسرے شوہر سے اُس کی جو بیٹی (یعنی اپنی سوتیلی بیٹی) یا اُس کی اَولاد ہو اُس سے کبھی نکاح نہیں کر سکتا خواہ اپنی بیوی مر گئی ہو یا اُس کو طلاق دے دی ہو۔ ہاں اگر تنہائی ہونے سے پہلے وہ مر گئی ہو یا اُس کو طلاق دے دی ہو تب سوتیلی بیٹی یا اُس کی اَولاد سے نکاح دُرست ہے۔

مسئلہ : عورت کے لیے بھی سوتیلی اَولاد سے نکاح دُرست نہیں۔ یعنی ایک مرد کی دو تین بیویاں ہوں تو سوکن کی اَولاد سے کسی طرح نکاح دُرست نہیں، چاہے اپنے میاں کے پاس رہ چکی ہو یا نہ رہ چکی ہو، ہر طرح نکاح حرام ہے۔ بالفاظ دیگر کسی کے لیے اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کرنا دُرست نہیں۔

مسئلہ : بیٹے اور پوتے وغیرہ کی بیوی سے نکاح جائز نہیں۔

مسئلہ : لے پالک کی بیوی سے نکاح جائز ہے۔

مسئلہ : کسی مرد نے کسی عورت سے زنا کیا تو اَب اُس شخص کا اِس عورت کی ماں سے اور اِس عورت کی اَولاد سے نکاح کرنا دُرست نہیں۔ یہی حکم اُس وقت ہے جب مرد نے زنا تو نہیں کیا لیکن شہوت سے عورت کے جسم پر ہاتھ پھیرا ہو خواہ بلا حائل ہو یا ایسا باریک کپڑا بیچ میں حائل ہو جو جسم کی حرارت محسوس ہونے سے نہ روکتا ہو۔ اگر بوسہ لے اُس کا بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر شہوت سے عورت کی اندرونی شرمگاہ پر نظر ڈالی تو اُس کا بھی یہی حکم ہے۔

اِسی طرح اگر کسی عورت نے جوانی کی خواہش کے ساتھ بدنیتی سے کسی مرد کو ہاتھ لگایا تو اَب اُس عورت کی ماں اور اَولاد کو اِس مرد سے نکاح کرنا جائز نہیں۔ (باقی صفحہ ۵۴)

عالمی خبریں

شرم تم کو مگر نہیں آتی

شوکت عزیز کی تقریب میں گائیکی کے انداز میں تلاوت اور بھارتی رقص

نیویارک (نمائندہ خصوصی) نیو یارک کے ایک ہوٹل میں وزارتِ سیاحت پاکستان کے زیر اہتمام ایک موسیقی کا پروگرام منعقد کیا گیا جس کے مہمانِ خصوصی وزیر اعظم شوکت عزیز تھے۔ تقریب کا آغاز ایک خاتون نے تلاوت قرآن پاک سے کیا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ قرآن مجید کی تلاوت گائیکی کے انداز میں گانے کی لَے پر کی گئی جس پر حاضرین نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ بعض خواتین نے کہا کہ روشن خیالی کے نام پر ہمیں اپنے مذہب کا حلیہ نہیں بگاڑنا چاہیے۔ سفارتی ذرائع نے اس سلسلے میں نوائے وقت کو فون پر بتایا کہ اِس کے ذمہ دار پاکستان کے قونصل جنرل ہیں۔ علاوہ ازیں تقریب کے اختتام پر محفل موسیقی کا دَور شروع ہوا۔ ایک بھارتی لڑکی نے بھارتی لباس پہن کر بھارتی کلچر کو فروغ دیا اور اپنا مذہبی رقص ''کتھا'' پیش کیا جسے وزیر اعظم نے کافی پسند کیا۔ محفل موسیقی کے دوران اکثر فیملیز ہال سے چلی گئیں جبکہ وزیر اعظم محفل کے اختتام تک وہاں موجود رہے۔ پاکستانی قونصلیٹ نیو یارک نے بھارتی رقاصہ کی خدمات حاصل کی تھیں۔ وفاقی وزیر نیلوفر بختیار سے جب صحافیوں نے پوچھا کہ وزیر اعظم نے جھوٹ کا سہارا کیوں لیا کہ امریکہ سے دو ڈائریکٹ فلائٹس پاکستان جاتی ہیں تو اِس کے جواب میں نیلوفر نے کہا کہ وزیر اعظم بھول گئے ہوں گے۔ ایک پاکستانی نے کہا کہ سیاحت کے فروغ کے لیے یہ اچھا ڈرامہ رچایا گیا ہے جو زرِ مبادلہ پاکستان جاتا ہے وہ ایوان صدر، پرائم منسٹر ہاؤس اور وزراء کی عیاشیوں پر ہی خرچ ہوتا ہے۔ (روزنامہ نوائے وقت ۱۱رنومبر ۲۰۰۶ء)

عالمی غنڈہ

امریکہ کے پاس دس ہزار ایٹم بم موجود ہیں : رپورٹ

واشنگٹن (اے این این) مڈل ایسٹ اسٹڈی سنٹر کی رپورٹ کے مطابق امریکہ کے پاس اِس وقت 10 ہزار ایٹم بم موجود ہیں جو امریکہ کی 12 ریاستوں میں 28 مقامات پر رکھے گئے ہیں۔ اِن کے علاوہ

چھ یورپی ممالک بیلجئیم ، جرمنی ، اٹلی ، ہالینڈ، ترکی اور برطانیہ میں بھی امریکی ایٹم بم موجود ہیں۔ (روز نامہ نوائے وقت ۱۹ر نومبر ۲۰۰۶ء)

''قرآن میں 40 سپارے نہیں میں بھول گیا 30 ہوتے ہیں''

ٹی وی پروگرام میں وفاقی وزیرتعلیم جاوید اشرف قاضی کا بیان

لاہور (کلچرل رپورٹر) وفاقی وزیرتعلیم جاوید اشرف قاضی نے گزشتہ روز قرار دے دیا کہ ''قرآن مجید کے چالیس سپارے ہیں''۔ تاہم بعد میں اُنہوں نے اپنے بیان کی تصحیح کرلی۔ گزشتہ صبح ساڑھے 9 بجے ٹی وی چینل اے آر وائی ون پر ڈاکٹر واحدی کے پروگرام ''باخبر سویرا'' میں اِس سوال پر کہ کیا آپ اسلامیات کا سلیبس بدل رہے ہیں۔ جاوید اشرف قاضی نے کہا سائنس کی کتابوں میں بھی قرآنی آیات ہیں۔ اب ہم اسلامیات کے مضمون میں قرآن مجید کے پورے چالیس سپارے پڑھائیں گے۔ بعداَزاں ڈاکٹر واحدی نے چالیس سپاروں کی بات دُہرائی جس پر جاوید اشرف قاضی نے کہا کہ میں بھول گیا تھا کہ قرآن پاک میں تیس سپارے ہوتے ہیں۔ (روز نامہ نوائے وقت ۱۴ر دسمبر ۲۰۰۶ء)

امریکہ ایران ہی نہیں سعودی عرب کو بھی نشانہ بنانا چاہتا ہے : جرمن اخبار

لاہور (نیٹ نیوز) جرمن زبان کے ایک ویکلی میگزین ''سپیرو'' نے ایک خطرناک انکشاف کیا ہے۔ سپیرو نے لکھا ہے کہ امریکہ صرف ایران ہی کو نہیں سعودی عرب کو بھی نشانہ بنانا چاہتا ہے کیونکہ وہ بھی پاکستان کی مدد سے نہایت خفیہ طور پر ایٹمی ہتھیار بنا رہا ہے۔ سپیرو کے مطابق سعودی نیوکلیئر سائنسدان 1990 سے پاکستان کے ایک نیوکلیئر ری ایکٹر میں کام کررہے ہیں۔ (روز نامہ نوائے وقت ۲۶ر جنوری ۲۰۰۷ء)

اخبارالجامعہ

﴿ جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور ﴾

✿ ✿ ✿

زلزلہ زدہ شمالی علاقوں کے سفر کی رُوداد : (بقلم شریکِ سفر عامر اخلاق متعلم جامعہ مدنیہ جدید)

الحمد للہ حضرتِ اقدس مولانا سید محمود میاں صاحب دامت فیوضھم کے ساتھ سفر بٹگرام کی سعادت نصیب ہوئی۔ یہ سفر الحامد ٹرسٹ کی طرف سے زلزلہ سے متاثرہ شمالی علاقوں کے مدارس کے ساتھ معاونت کے سلسلے میں تھا۔

۴؍جنوری بروز جمعرات سفر کا آغاز ہوا۔ اور 7:45 پر رات ایبٹ آباد ڈائیوو اَڈہ پر پہنچے۔ وہاں پہلے ہی سے ایبٹ آباد کے مولانا محمد زبیر صاحب اور متعلم جامعہ مدنیہ جدید نورالامین اور محمد شہباز صاحب حضرت کی آمد کے منتظر تھے۔ ڈائیوو اَڈے سے مولانا محمد زبیر صاحب حضرت کو حسبِ سابق اپنی قیام گاہ پر لے گئے۔ کھانے سے فراغت کے بعد عشاء کی نماز پڑھی پھر سب نے آرام کیا۔

اگلی صبح جمعہ کے دن ناشتہ سے فراغت کے بعد اگلے سفر کی تیاری ہوئی۔ چنانچہ مولانا محمد زبیر صاحب نے اپنی گاڑی پر اپنے بھانجے ماجد اللہ صاحب کے ہمراہ شریک سفر ہوگئے اور اس طرح دن کے گیارہ بجے مولانا زبیر صاحب، متعلم محمد شہباز صاحب اور راقم الحروف حضرت والا کے ہمراہ مانسہرہ کی طرف روانہ ہوئے جہاں طے شدہ پروگرام کے مطابق مولانا محمد صابر صاحب مدرس جامعہ مدنیہ جدید پہلے سے منتظر تھے۔ 12:10 پر ہم لوگ مانسہرہ شاہراہ ریشم پنجاب چوک پر پہنچے جہاں سے مولانا محمد صابر صاحب ہمیں قاری امجد سعید قریشی صاحب کی مسجد عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں لے گئے۔ قاری امجد سعید صاحب سے مختصر ملاقات کے بعد 12:30 پر بٹگرام کے لیے روانہ ہوئے۔ ہمراہ راقم الحروف (متعلم محمد عامر اخلاق) مولانا محمد زبیر صاحب اور مولانا محمد صابر صاحب تھے۔ دورانِ سفر ایک مقام جس کا نام بٹل تھا وہاں پر 1:45 پر نماز جمعہ جامع مسجد میں ادا کی اور آگے روانہ ہوگئے، 3:30 پر بٹگرام پہنچے۔ وہاں اُتر کر نماز عصر ادا کی گئی۔ بعد ازاں بٹگرام اور اُس کے نواح کے چند مدارس میں جا کر اُن کی زلزلہ سے تباہی کا مشاہدہ کیا اور اُن کے ذمہ داران کی خدمت

میں الحامد ٹرسٹ کی طرف سے حقیرسی نقد رقم پیش کی۔ بٹگرام انتہائی ٹھنڈا علاقہ ہے۔ یہاں سردی سے جسم کانپ رہا تھا اور پانی بھی برف کی طرح ٹھنڈا تھا۔ ایک مقام پر پانی کا ایک چشمہ جاری تھا جس کا پانی ٹھنڈک میں اپنی مثال آپ تھا۔ اس پانی سے حضرت اور جملہ افراد کو وضو کرنا پڑا اور حدیث شریف اَلْوُضُوْءُ عَلَی الْمَکَارِہِ کی سمجھ آئی۔ آٹھ بجے رات بٹگرام سے واپسی مانسہرہ کی طرف سفر شروع کیا۔ رات کے کھانے پر مانسہرہ میں قاری امجد سعید صاحب نے مدعو کر رکھا تھا لہٰذا وہاں کھانا تناول فرمایا۔ یہاں گڑھی حبیب اللہ کے مدرسہ کے سفیر کی خدمت میں بھی الحامد ٹرسٹ کی طرف سے نقد رقم پیش کی گئی کیونکہ یہ مدرسہ بھی زلزلہ سے بہت متاثر ہوا تھا اور اَب اُس کی نئی تعمیر شروع ہے۔ کھانے سے فراغت کے بعد 10:45 پر مانسہرہ سے واپس ایبٹ آباد کے لیے روانہ ہوئے۔ یہاں سے رہبر سفر مولانا محمد صابر صاحب اپنے گاؤں کی طرف روانہ ہو گئے۔ رات 11:25 پر ایبٹ آباد کی قیام گاہ مولانا محمد زبیر صاحب کے گھر بخیریت واپسی ہوئی اور سب حضرات نے آرام فرمایا۔

بروز ہفتہ 6-1-2007 صبح نماز فجر سے فراغت کے بعد مسجد فاروقِ اعظمؓ کے امام قاری محمد نوید صاحب مولانا محمد زبیر صاحب کے گھر حضرت سے ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ بعد ازاں 9:30 پر حضرت سے خاتون نے فون پر بیعت کی۔ حضرت مہتمم صاحب بارہ بجے مولانا محمد زبیر صاحب کے گھر سے مقامی علماء سے ملاقات کے لیے تشریف لے گئے۔ میزبان مولانا محمد زبیر صاحب، بھائی عاصم ظہور صاحب، محمد شہباز صاحب اور راقم الحروف محمد عامر اخلاق ہمراہ تھے۔ سب سے پہلے حضرت اقدس مولانا عبدالجلیل صاحب (تلمیذ حضرت علامہ بنوریؒ) سے اُن کے گھر ملاقات کے لیے تشریف لے گئے۔ مولانا عبدالجلیل صاحب نے حضرتِ اقدس سے گفتگو کرتے ہوئے بتایا کہ فیروزیہ مسجد میں حاجی فریدالدین صاحب مرحوم کے پاس حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلویؒ، حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ اور حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ اور دیگر علماء تشریف لاتے تھے اور اُن کی میزبانی عبدالمجید صاحب کرتے تھے۔

یہاں سے مکی مسجد تیہال ایبٹ آباد جامعہ اَنوار الاسلام للبنات میں حضرت خطیبِ ہزارہ مفتی شفیق الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم سے ملاقات کی اور عیادت فرمائی۔ اُن کے گھر سے متصل قبرستان میں مولانا محمد زبیر صاحب کی خواہش پر اُن کے دادا جان، نانا جان اور دیگر اَحباب کی قبور پر فاتحہ خوانی اور دُعائے مغفرت فرمائی۔ ظہر کی نماز سے فراغت کے بعد دو بجے انڈسٹریل سکول و کالج نواں شہر کے پرنسپل پروفیسر شاہد

حمید خان صاحب کے اِصرار پر اُن کے کالج کا دورہ کیا۔ یہاں سے فراغت کے بعد عدن کنسلٹنٹ کے چیف ایگزیکٹو اور میزبان ظہور احمد چغتائی صاحب اور مولانا محمد زبیر صاحب کے بڑے بھائی عادل شہزاد صاحب سے ملاقات ہوئی اور دفتر کا دَورہ کیا۔ 2:45 پر مولانا محمد زبیر صاحب کے گھر تشریف لائے۔ کھانا تناول فرمانے کے بعد مرکزی مسجد جامعہ ایبٹ آباد کے خطیب مولانا انیس الرحمٰن صاحب اور شہزادہ مسجد کے خطیب مولانا محمد افسر علی شاہ صاحب نے حضرت سے مولانا محمد زبیر صاحب کے گھر ملاقات کی۔ 3:25 پر راولپنڈی جانے کے لیے مولانا محمد زبیر صاحب اور اُن کے بھانجے مولانا محمد عاصم ظہور صاحب کے ہمراہ ڈائیوو اَڈہ ایبٹ آباد تشریف لے گئے۔ اڈے پر نمازِ عصر ادا کرنے کے بعد چار بجے راولپنڈی کی طرف سفر شروع کیا۔ 6:45 پر راولپنڈی پہنچے۔ وہاں پہلے ہی سے مولانا محمد اسماعیل صاحب فاضل جامعہ مدنیہ جدید اور حاجی شعیب صاحب کے صاحبزادے مولانا محمد قاسم صاحب حضرت کی آمد کے منتظر تھے۔ نمازِ مغرب اور عشاء ادا کرنے کے بعد میزبان مولانا محمد قاسم صاحب اور مولانا محمد اسماعیل صاحب کے ہمراہ مولانا محمد عمران صاحب (فاضل جامعہ مدنیہ جدید) کے والد صاحب کی عیادت کے لیے اُن کے گھر اِسلام آباد تشریف لے گئے۔ وہاں مولانا محمد عمران صاحب کے والد محمود اشرف صاحب اور اُن کے بھائی ایاز اشرف صاحب سے ملاقات اور عیادت فرمائی۔ بعد اَزاں قیام کی غرض سے مولانا محمد عمران صاحب کے گھر سے محترم حاجی شعیب صاحب کی قیام گاہ سیٹلائیٹ ٹاؤن پہنچے۔ حاجی شعیب صاحب کی قیام گاہ پر پہلے ہی سے مولانا عبد القدوس صاحب کالم نگار ''اُجالا'' روزنامہ اسلام، مولانا عبد الرؤف صاحب اور حاجی شعیب صاحب منتظر تھے۔ مختلف اُمور پر گفتگو ہوتی رہی، کھانے کے بعد سب حضرات نے آرام کیا۔

اگلی صبح بروزِ اِتوار ناشتے کے بعد تقریباً گیارہ بجے حافظ ادریس صاحب کے ہاں مسجد سیدنا امیر حمزہؓ جانا ہوا۔ حافظ صاحب کے یہاں جناب فرخ جمیل صاحب بھی ملاقات کے لیے تشریف لائے ہوئے تھے۔ یہاں نمازِ ظہر ادا کرنے کے بعد مولانا محمد اسماعیل صاحب کے گھر دوپہر کی دعوت پر ڈھوک رتہ تشریف لے گئے۔ دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد ایئرپورٹ تشریف لے گئے۔ ایئرپورٹ کی مسجد میں نمازِ عصر ادا کرنے کے بعد پانچ بجے کے جہاز سے لاہور روانہ ہوئے اور عشاء تک بخیریت گھر واپسی ہوگئی، والحمد للہ۔

۱۱؍جنوری سے جامعہ مدنیہ جدید میں عیدالاضحیٰ کی چھٹیوں کے بعد تعلیم شروع ہوگئی۔

۲۳؍جنوری کو جناب حافظ تنویر احمد صاحب شریفی کراچی سے تشریف لائے ،مولانا سید محمود میاں صاحب سے ملاقات کی۔ جامعہ مدنیہ جدید کے تعلیمی اور تعمیری حالات دیکھ کر خوشی ومسرت کا اظہار کیا اور رات کا کھانا حضرت مہتمم صاحب کی رہائش گاہ پر تناول فرمایا۔

۲۴؍جنوری کو مولوی حسین صاحب مدرس جامعہ مدنیہ جدید اور ۲۸؍جنوری کو حضرت مولانا حسن صاحب مدرس جامعہ مدنیہ جدید حج سے بخیریت واپس تشریف لے آئے ، والحمدللہ۔ اللہ تعالیٰ سب کا حج اور دُعائیں قبول فرمائے ، آمین۔

جامعہ مدنیہ جدید کے تقریباً 500 طلباء نے ۱۰؍محرم الحرام کا روزہ رکھا، بحمداللہ۔

قارئین انوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ انوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ ارسال کیا جا رہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ انوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی ادارہ سے وابستہ ہے اس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی ارسال فرمادیں اور دیگر احباب کو بھی اس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اس سے ادارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (ادارہ)

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ

کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلب ِسڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمد للہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اور اپنے عزیز و اقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اور خدام خانقاہ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

1۔ سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلو میٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 5330310 - 42 - 092 - 5330311 - 42 - 092

2۔ سیّد محمود میاں ''بیت الحمد'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون نمبر : 7726702 - 42 - 092 - 7703662 - 42 - 092

موبائل نمبر 4249301 - 0333

جامعہ مدنیہ جدید کا اکاؤنٹ نمبر 0-7915 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ لاہور (آن لائن)

مسجد حامد کا اکاؤنٹ نمبر 1-1046 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ لاہور (آن لائن)